بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن کریم کا اعجاز اور اس کی حقیقت

بموقع : بین الاقوامی سیمنار عالمی رابطۂ ادب اسلامی

بمقام: مدرسہ عین المعارف کنّور کالی کٹ (کیرالہ)

تالیف:

مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی

بانی و مہتمم جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ، مدھوبنی، ضلع سپول بہار (الہند)

سکریٹری جنرل امام قاسم اسلامک ایجوکیشنل ویلفیئر ٹرسٹ انڈیا

حرف چند

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید الانبیاء و المرسلین محمد و آلہ و صحبہ اجمعین اما بعد! قال اللّٰہ تعالیٰ فی القرآن المجید و الفرقان الحمید " إن کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فأتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداء کم من دون اللّٰہ ان کنتم صادقین .(بقرہ:۲۳) صدق اللّٰہ العظیم. وقال صلی اللّٰہ علیہ وسلم "خیرکم من تعلم القرآن و علمہ" أو کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام.

قرآن کریم ایک مقدس کتاب اور پوری انسانیت کا ضابطہ حیات ہے، قرآن کریم کا سب سے بڑا اعجاز یہ ہے کہ یہ دنیا کی سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے، چنانچہ اعجاز قرآنی کے بہت سے بدیہی وغیر بدیہی رنگ و بو سے دنیا روبرو ہو چکی ہے اور اس پر یقین رکھنے والوں کی زندگی میں اس کے مطالعہ سے انقلابی، تبدیلیاں رونما ہوتی رہی ہیں، یہی وہ کتاب ہے جو تحریف و تلبیس سے پاک ہے اور بے شمار حفاظ کے سینوں میں محفوظ ہے۔قرآن مقدس کا یہ بھی اعجاز ہے کہ اس کا مطالعہ کرنے والے، اس کی تلاوت اور اس کے معنی و مفاہیم پر غور کرنے والے بے شمار غیر مسلموں نے اسلام کے دامن میں پناہ لیا۔ اور اسی کتاب نے بھٹکے ہوئے لوگوں کو صراط مستقیم پر ثابت قدم کیا۔

قرآن کریم کی تفسیر، اس کے الفاظ و معانی اور اس کے رموز و اوقاف، اشارات و کنایات استعارات و تشبیہات، اسلوب و بیان، ایجاز و اطناب، تمثیل و ترسیل، توضیح و تطبیق اور اس کے اعجاز و

ایجاز پر محققین ومفسرین نے بہت سے علمی کام انجام دئے ہیں۔تاہم قرآن کریم کا یہ بھی ایک اعجاز ہے کہ ہر عہد کے مسائل ومشکلات کے حل کے لیے قرآن کریم کے احکام کی تطبیق پر اہل تحقیق ونظر قلم پیمائی کررہے ہیں۔چنانچہ عالم اسلام کا ایک مؤقر پلیٹ فارم ''عالمی رابطہ ادب اسلامی'' نے 2008 میں جنوبی ہند کے مدرسہ عین المعارف کنور میں ''قرآن کریم کا اعجاز بیانی'' کے موضوع پر نہایت عظیم الشان سیمنار کا انعقاد کیا تھا جس میں ملک وبیرون ملک کے دوسو سے زائد علماء فضلا اور مقالہ نگار حضرات نے شرکت کی،اس سیمنار میں راقم الحروف کو اپنا مقالہ پیش کرنے کا موقع عنایت کیا گیا تھا۔ افادہ عام کے لیے اس مقالہ کو نظر ثانی کے بعد کتابی صورت میں شائع کرتے ہوئے مجھے بے حد خوشی ہورہی ہے، یہاں یہ اعتراف ضروری سمجھتا ہوں کہ ''عالمی رابطہ ادب اسلامی'' ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جس نے ادب کے نام پر بے ادبی، بے حیائی اور عریانی زبان استعمال کرنے والے نام نہاد ادیبوں کے سامنے ایک مثبت اور صالح راہ متعین کی اور یہ ثابت کیا ہے کہ صالح اقدار اور شرافت کے دائرہ میں رہ کر بھی ادب اور معیاری ادب کی تخلیق ممکن ہے، عالمی رابطہ ادب اسلامی نے اسلامی ادب کی تخلیق پر ایک بڑے طبقہ کو نہ صرف ابھارا ہے، بلکہ پاکیزہ وبامقصد ادب کی تخلیق کے لیے مہمیز بھی کرتا رہا ہے۔اس بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ رابطہ ادب اسلامی نے علم وتحقیق اور اسلامی ادب کے فروغ کی جو تحریک چلائی ہے وہ نہایت مبارک اور مفید ہے۔اس موقع پر بڑی ناسپاسی ہوگی کہ اس تحریک کے بانی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کا ذکر نہ کیا جائے،مولانا اصلاً صالح اقدار کے امین اور اسلامی ادب کے ترجمان تھے۔چنانچہ اس بات پر تمام اہل نظر کا اتفاق ہے کہ مولانا نے عربی اور اردو زبان میں جو کچھ علمی سرمایہ چھوڑا ہے اس کی سطر سطر میں علم وادب پنہاں ہے اور اس کی روشن کرنوں میں چھپا ہے اسلامی ادب۔

داعی اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے ملک وبیرون ملک میں جو تربیت

یافتہ افراد چھوڑے ہیں ان میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی سب سے نمایاں ہیں اور مولانا علی میاں ندویؒ کی مختلف تحریکات کے اس وقت روح رواں ہیں اور انہی کی رہنمائی میں عالمی رابطہ ادب اسلامی کی مہم پوری قوت وتوانائی کے ساتھ جاری وساری ہے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے ہندوستان کے ممتاز علماء اور اصحاب قلم کو مجتمع کرکے عالمی رابطہ ادب اسلامی کے ساتھ جس طرح جوڑا ہے وہ قابل قدر ہے۔حضرت مولانا کی نظر عنایت حقیر پر بھی رہتی ہے اور ہر موقع پر ان سے رہنمائی ومشورہ لینا میرے لیے قابل فخر ہے۔حضرت مولانا راقم الحروف سے بے حد محبت وشفقت کا معاملہ فرماتے ہیں اور حضرت کی ہی دعوت پر عالمی رابطہ ادب اسلامی کے سیمناروں میں شرکت کا موقع ملتا رہتا ہے۔

اس مقالہ کو کتابی شکل میں پیش کرتے ہوئے میں حضرت والا کا بے حد ممنون ہوں کیوں کہ یہ انہی کی تحریک وتشجیعی کلمات کا نتیجہ ہے، اس مقالہ پر رائے تو اہل نظر دیں گے میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس میں عقیدت کی رمق موجود ہے تو میں کامیاب ہوں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ قرآن پڑھنے پڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

''من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ'' کے مطابق راقم الحروف حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ومدیر اعلیٰ البعث الاسلامی کا بھی بے حد ممنون ومشکور ہے کہ وہ ہر موقع پر میری ہر طرح سے سرپرستی ورہنمائی فرماتے ہیں۔الحمد للہ اس مقالہ کو کتابی شکل دیتے وقت بھی انھوں نے اپنی قیمتی تحریر سے کتاب کی ظاہری ومعنوی خوبیوں میں مزید اضافہ کردیا ہے۔اللہ تعالیٰ انھیں اپنے شایان شان بدلہ عطا فرمائے۔آمین

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر راقم الحروف اپنے محسن ومربی حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی

دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند (وقف) و نائب صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا شکریہ ادا نہ کرے جنھوں نے کتاب پر اپنا بیش قیمت مقدمہ لکھ کر کتاب کی حیثیت میں غیر معمولی اضافہ فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کے سایہ کو صحت و عافیت کے ساتھ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ آمین

اسی طرح عالمی رابطہ ادب اسلامی کے سکریٹری مولانا محمد واضح رشید ندوی معتمد تعلیمات ندوۃ العلماء لکھنؤ اور مولانا اقبال احمد ندوی غازی پوری معتمد عالمی رابطہ ادب اسلامی کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہر دو حضرات اپنے پروگراموں میں شرکت کا موقع عنایت فرماتے ہیں۔

میں بے حد ممنون و مشکور ہوں عزیزان گرامی مولانا عبدالقادر شمس قاسمی و مولانا جسیم الدین قاسمی، مولانا رضوان الحق قاسمی اور ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب قاسمی کا جن کی اعانت اور علمی تعاون سے یہ کتاب منظر عام پر آرہی ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے ان احباب کو دینی و دنیاوی ترقیات سے نوازے اور ان کی بے پناہ صلاحیتوں سے امت کو فائدہ پہنچائے۔ آمین

(مفتی) محفوظ الرحمٰن عثمانی

بانی و مہتمم جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ

سکریٹری جنرل امام قاسم اسلامک ایجوکیشنل ویلفیئر ٹرسٹ انڈیا

۱۵/ جمادی الآخر ۱۴۳۰ھ بمطابق ۹/۶/۲۰۰۹

بروز منگل بوقت ۵ بجے شام

تقریظ

شیخ الادب حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی

رئیس التحریر البعث الاسلامی، مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

کچھ اعجاز قرآنی کے بارے میں:

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے، اور امت مسلمہ کو خیر امت کا لقب عطا کرنے کا راز اسی کلام میں مضمر ہے، قرآن کریم جزیرۃ العرب میں نازل ہوا، اور رسول ﷺ کی بعثت کی دلیل بن کر وحی کے ذریعہ حضور پاک ﷺ پر اترا، اس وقت جزیرۂ عرب میں عربی زبان و ادب کا بازار گرم تھا، بڑے بڑے شعراء اور خطباء اپنی بے مثال فصاحت و بلاغت کا علم بلند کرنے اور ایک دوسرے پر سبقت کرنے کی کوششوں میں اپنے تمام امکانات و وسائل کو استعمال کرنے میں مصروف تھے، اس کے نتیجہ میں اس قدر محو ہوئے کہ فخر و مباہات کے ساتھ ادبی کبر میں اس طرح مبتلا ہوگئے کہ انہوں نے اپنے آپ کو بلاغت کلامی کا علمبردار تصور کرلیا، اور دنیا کی دیگر قوموں کو اپنے سامنے بے زبان اور عجم کے لقب سے یاد کیا۔

قرآن کریم کے نزول کے وقت مدعیان فصاحت و بلاغت کو فوری طور پر اس میں غور کرنے اور اس کے معجزانہ اسلوب کو سمجھنے میں کوئی دلچسپی نہ ہوسکی، اور وہ اس اعجاز کو سمجھنے سے اس وقت قاصر رہے، لیکن جب انہیں اس کلام کے اندر غور کرنے اور اس کے کھلے ہوئے چیلنج کو سمجھنے کا موقع ملا، جس میں اس جیسے کسی کلام کے پیش کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا، تو وہ کلام الٰہی کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد اور اس کے اعجاز کو پوری طرح محسوس کرلینے کی وجہ سے اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں ذرا بھی پس پیش نہ کرسکے کہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ ہماری بیان اور زبان آوری کے سامنے کوئی انسانی

جماعت ٹھہر نہیں سکتی، اور نہ وہ ہماری بلاغت کلام کے ادنی سے ادنی تر درجہ تک رسائی حاصل کرسکتی ہے، انہوں نے اپنی عظیم قوت بیان کے باوجود قرآن کریم کے سامنے سپر ڈال دی، اور اعتراف کیا کہ یہ ایسا کلام ہے، جو معجز ہے اور ہر اعتبار سے اعجاز بیان کی نمائندگی کررہا ہے۔

یہیں سے ہمارے لئے یہ سمجھنا کسی طرح دشوار نہیں ہے کہ اللہ کا کلام ایک بحر ناپید کنار ہے، اللہ تعالی نے فرمایا ہے: قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل أن توفد کلمات ربی، ولو جئنا بمثله مددا، کہہ دیجئے کہ اگر میرے پروردگار کی باتوں کے لکھنے کے لئے سمندر سیاہی بن جائے تو وہ بھی میرے رب کی باتوں کے ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہوجائے گا، خواہ ہم اس جیسا اور بھی اس کی مدد میں لے آئیں (کہف:۱۰۹) لہذا صرف ایک سمندر نہیں بلکہ اگر تمام معروف وموجود سمندروں کے پانی کو اللہ کے کلام کو لکھنے اور اس کے معانی ومفاہیم کا کسی درجہ میں احاطہ کرنے کے لئے روشنائی بنادیا جائے تو اللہ کا کلام ختم نہیں ہوگا، اور سمندروں کی روشنائی ختم ہوجائے گی، کیا اس سے بڑھ کر اعجاز قرآنی کی دلیل کوئی ہوسکتی ہے، اعجاز کی جتنی بھی قسمیں ہوسکتی ہیں اور عقل انسانی جہاں تک اعجاز کا تصور کرسکتی ہے وہ اصل اعجاز کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا، خواہ وہ اعجاز لفظی ہو یا اعجاز معنوی، اعجاز علمی ہو یا اعجاز بیانی، اور خواہ وہ انسانی طاقت وقوت سے ماوراء کوئی اعجاز ہو، کلام الہی کے اعجاز سے اس کی نسبت شاید ایسی ہی ہو جیسی پانی کے ایک قطرہ کو سمندر سے بلکہ روئے زمین سے بلکہ روئے زمین کے ایک بڑے حصے پر موجیں مارنے والے سمندروں سے ہوسکتی ہے، اور ممکن ہے کہ یہ نسبت بھی کلام الہی کی گہرائی، اس کی وسعت اور اس کے پھیلاؤ کے مقابلہ میں بے حقیقت ہو۔

اعجاز قرآن کے موضوع پر مفسرین اور علمائے بلاغت نے جو کچھ لکھا ہے، وہ عقل نسانی کی دریافت کا آخری درجہ ہوسکتا ہے، اور شاید وہ کلام الہی کے اعجاز کا کسی درجہ میں ادراک کرنے میں

معاون ثابت ہوسکے، اور اس اختلاف کے باوجود کہ اعجاز لفظوں میں ہے یا معانی میں، اعجاز کی اہمیت، اس کی عظمت اور کلام الہی کے علوئے مرتبت کے اعتراف میں کوئی فرق نہیں آتا اور کلام ربانی کو پڑھنے اور اس میں غور کرنے سے ہمیشہ اعجاز کی نت نئی راہیں کھلتی ہیں، اور جو لوگ عربی زبان و بیان کی بلاغت کو سمجھنے کا ذوق رکھتے ہیں، وہ جب بھی قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں، تو ان کے سامنے معانی ومفاہیم کے نئے نئے آفاق کھلتے ہیں، اور وہ لذت کلام سے مسحور ہوئے بغیر نہیں رہ پاتے۔

جاہلی عرب شعراء کا ذہن عربی زبان وادب کے سلسلہ میں اتنا کھلا ہوا اور وسیع تھا کہ وہ کلام الہی کی گہرائی اور اس کے اعجاز کو سمجھنے کی صلاحیت سب سے زیادہ رکھتے تھے، اور حقیقت کا اعتراف کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے، وہ اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ اس لفظ کو کہاں اور کس موقع پر استعمال کیا جاسکتا ہے، وہ لفظ برائے لفظ کے مقلد نہیں تھے، بلکہ لفظ برائے معنی کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے، اور اسی کو اعجاز کی روح تصور رکھتے تھے، فلسفۂ بلاغت کے امام شیخ عبدالقاہر جرجانی نے لفظ اور نظم کی بحث کو نہایت بسط وتفصیل کے ساتھ اپنی کتاب ''دلائل اعجاز'' میں بیان کیا ہے، اور وہ اپنی اس کوشش میں پوری طرح کامیاب ہیں کہ لفظ کی ترتیب معنی کے اعتبار سے اور اس کے محل استعمال کی پہچان، بلاغت کا سب سے بڑا ستون ہے، اور اسی پر بلاغت کلام کی عمارت قائم ہوتی ہے، اور اس ستون کی آخری بلندی پر اعجاز قرآنی کا جلوہ نظر آتا ہے۔

قدیم علمائے بلاغت میں بعض حضرات نے اعجاز قرآنی کا محور صرف الفاظ کو قرار دیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ لفظ ہی دراصل وہ پیمانہ ہے جس کے صحیح استعمال سے ہم قرآن کریم کے اعجاز کا ادراک کرسکتے ہیں، (وہ معنی کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے) لیکن ہمیں اس وقت اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ قرآن کریم کے اعجاز کی صحیح جگہ کہاں ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اللہ کا کلام ہر حیثیت

سے، ہر اعتبار سے، ہر ناحیہ سے اور ہر جہت سے سراپا اعجاز ہے، اور جو بھی عربی زبان وادب کا صحیح ذوق رکھتا ہوگا وہ قرآن کریم کے اعجاز بیانی سے نہ صرف کہ محظوظ ہوگا، بلکہ وہ ایک عجیب وغریب حیرت میں مبتلا ہوگا، اور اسکی ہیبت سے وہ بیخود ہوجائے گا، اور ایمان ویقین کی لذت سے سرشار ہوکر کلام الٰہی کی باریکیوں اور اسرار ورموز کو جاننے کے لئے اپنے اندر ایک تڑپ محسوس کرے گا، اور ''وإذا تليت عليهم آياته زادتهم ايمانا، وعلى ربهم يتوكلون'' کا صحیح مصداق بننے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہوگا۔

قرآن کریم کا اعجاز ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار کرنا حقیقت ایمان سے انکار کرنے کے مرادف ہے، اس موضوع پر علمائے اسلام نے بہت سی کتابیں اور تصنیفات مرتب کی ہیں، اور اعجاز کے تمام ممکنہ پہلوؤں پر گفتگو کی ہے، اور صرف قلم کی طاقت سے اس حقیقت کو عالم آشکار کرنے کی کوشش ہی نہیں کی ہے، بلکہ زبان کی طاقت کے ممکنہ پہلوؤں کو اختیار کیا ہے، اس میں خاص وعام گفتگو، مجالس مذاکرہ اور اس موضوع پر اجتماعات اور کانفرنسیں بھی منعقد کی ہیں، اور مجموعی طور پر اہل علم کے افکار وآراء اور ان کے خیالات کو عام کرنے کا طریقہ بھی اختیار کیا ہے۔

ابھی کیرالہ میں کنور کے مقام پر مدرسہ عین المعارف کی طرف سے عالمی رابطہ ادب اسلامی کے تجویز کردہ موضوع ''قرآن کریم کا اعجاز اور اسکی حقیقت'' پر ۱۷-۱۸ فروری ۲۰۰۸ مطابق ۹-۱۰ صفر ۱۴۲۹ھ کے مابین ایک دو روزہ سیمینار منعقد ہوا، اس سیمینار میں اس موضوع پر بہت سے مقالات عربی اور اردو زبان میں پیش کئے گئے، اور تقریریں بھی ہوئیں، اس سیمینار میں جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ مدھوبنی سپول بہار کے بانی اور مہتمم حضرت مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی صاحب جو امام قاسم اسلامک ایجوکیشنل ویلفیئر ٹرسٹ انڈیا کے سکریٹری جنرل بھی ہیں، نے اپنا موقر مقالہ اس موضوع پر پیش کیا، اور اس مقالہ کو کتابی شکل میں پیش کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی، تاکہ اس کے

فوائد کا دائرہ زیادہ وسیع ہو، اور اہل علم کے خیمہ میں یہ موقر تصنیف جگہ پا سکے۔

مجھے یقین کامل ہے کہ یہ رسالہ ہر اعتبار سے ہر طبقہ کے لئے باعث افادہ ہوگا، اور اللہ کے کلام کی اہمیت اور عظمت کو سمجھنے میں اس سے مدد ملے گی، اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر سے سرفراز فرمائیں اور اپنے کلام کی برکت سے ان کے علم وعمل میں ہر طرح کی برکات عطاء فرمائیں، اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ان کی محنتوں کو بارآور اور مثمر خیرات بنائیں، اور مزید سعی مشکور کی توفیق سے نوازیں۔

و صلى الله تعالى على خير خلقه محمد و على آله و صحبه أجمعين

سعید الرحمٰن الاعظمی ندوی

رئیس التحریر البعث الاسلامی، مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۱۴۲۹/۶/۱۱ھ

۲۰۰۸/۶/۱۶ء

مقدمہ

از: خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی

مہتمم دارالعلوم دیوبند (وقف) ونائب صدر مسلم پرسنل لا بورڈ

کتب خانہ اسلامیات میں ایک قابل قدر اضافہ

’’قرآن کریم کا اعجاز اور اسکی حقیقت‘‘ مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی بانی و مہتمم جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ کا یہ مقالہ کتب خانہ اسلامیات میں ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ عقل سلیم اور نفس سقیم کے متضاوی مطالبات میں راہ اعتدال کی متین رہنمائی ہی دراصل کتاب اللہ کا حقیقی مقصد و موضوع ہے، موضوع کی وسعت اور ہمہ گیر پُر محیط اعتدال قرآنی میں تفحص و تجسس ہی سے اس کی تعبیر اور معنوی پُرعظمت اعجازی شانیں منکشف ہوتی ہیں اور اس میں عالم شاہد وغیب کے متنوع حل طلب مسائل کے وحل بھی پنہاں ہوتے ہیں کہ جن تک اعجاز قرآنی سے استمداد کے بغیر عقل سلیم کی رسائی دشوار ہی نہیں بلکہ تقریباً ناممکن ہوتی ہے۔

عالم شاہد (دنیا) میں سیاسیات واقتصادیات، معاشیات اور تجارات وغیرہ کے بے شمار اہم پہلوؤں پر مشتمل غیر معمولی حل طلب دشواریوں میں انسانیت ہمیشہ سے گھری ہوئی ہے، لیکن انسانی تاریخ کے عہد آغاز سے منکرین عالم ہزار کوششوں کے باوجود ان کا قطعی اور ناقابل تبدیل حل نکالنے کی ذمہ داریوں سے آج تک عہدہ برآ نہیں ہوسکے، جو اس حقیقت کو بے نقاب کردینے کیلئے کافی ہے، کہ عبدیت سے آگے بڑھ کر انسان کے احساس برتری کی شکست کے لئے قادر مطلق نے انسان کو حل طلب پُر پیچ مسائل و مشکلات سے دوچار کیا ہے، لیکن ساتھ ہی ان کا حل بھی اپنے سراپا اعجاز کلام میں مستور فرمادیا ہے اور متدین ارباب علم کو عالم شاہد کے مسائل میں صواب کو خطا سے اور عارفین کاملین کو عالم غیب کے حقائق کو وساوس سے ممتاز کرنے کا مکلّف قرار دیا ہے، جس کا واحد وسیلہ اعجاز قرآنی کے کچھ اور نہیں ہے اور طالبین

راہ قرآنی پر مشتمل ان دونوں علمی اور عرفانی رہنمائیاں عطا کرنے والے رہنما طبقات سے حسب ارشاد نبوی یہ امت کبھی محروم نہیں ہوگی، اس ہمہ گیر توضیح کے تحت اعجاز قرآنی صرف الفاظ و تعبیرات ہی میں محدود ومحصور نہیں ہے بلکہ تمام دوائر زندگی میں یہ اعجاز قرآنی ہمیشہ کارفرما رہا ہے اور ہمیشہ رہیگا۔

ان ہر دو دائروں میں، اعجاز قرآنی سے رہنمائی کی دائمی ضرورت ہے کیونکہ انسان کا تمام مخلوقات عالم پر اپنی حدود عبدیت سے تجاوز کو اس کی حدود میں کرنا صرف اعجاز قرآنی ہی کے ذریعہ ممکن ہوسکتا ہے اور اس کی قرار واقعی حقّیت وحقیقت کو مکمل جامعیت کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرما کر آسان فرمادیا ہے جس کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ راوی ہیں۔

عن علی قال اما انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: الا انها ستکون فتنة فقلت ما المخرج منها یا رسول اللّٰہ قال کتاب اللّٰہ فیه نبئا ما قبلکم و خبر ما بعدکم و حکم مابینکم، و هو الفصل لیس بالهزل من ترکه من جبّار قصَّمة اللّٰہ، ومن ابتغی الهدی فی غیره اضله اللّٰہ و هو حبل اللّٰہ المتین، وهو الذکر الحکیم، وهو الصراط المستقیم، وهو الذی لا یزیغ به الا هواء، و لا تلتبس به الا لسنة، و لا تشبع به من العلماء، و لا یخلق عن کثرة الرّد، و لا تنقضی عجائبه، وهو الذی لم تنته الجن اذا سمعته حتیٰ قالو ”سمعنا قرآنا عجباً یهدی الی الرشد فامناه به“ من قال به صدق و من عمل به اجر و من حکم به عدل، و من دعا الیه هدیٰ الی صراط المستقیم. (سنن الترمذی ۲/۱۱۸)

سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یاد رکھ عنقریب ایک فتنہ آنے والا ہے، میں نے عرض کیا کہ اس سے نکلنے کا راستہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس سے بچنے اور نکلنے کا راستہ کتاب اللہ قرآن کریم ہے، جس میں تم سے پہلے لوگوں کی خبریں ہیں، تمہارے بعد آنے والوں کے بارے میں اطلاعات ہیں اور تمہارے سامنے درپیش حوادث کے احکام بھی ہیں، وہ ایک یقینی حقیقت ہے، من گھرت نہیں ہے جس نے اس سے منھ موڑ لیا، اسے اللہ جبّار بے دست و پا کردیگا اور جس نے اس سے

ہٹ کر کسی اور جگہ سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کی اسے اللہ گمراہی کے غار میں دھکیل دے گا، وہ قرآن اللہ کی مضبوط رسی ہے، وہ سراپا حکمت یاددہانی ہے، اور وہی سیدھا راستہ دکھانے والا ہے، اور وہی ہے کہ جو خواہشات نفسانی میں پڑنے سے بچانے والا ہے، اور زبانیں اس کی حقیقتوں میں الٹ پھیر نہیں کرسکتیں، اور وہ اللہ کی وہ کتاب ہے کہ علماء اس سے کبھی مستغنی نہیں ہوسکتے، اور وہ بار بار لوٹا نے سے پرانی بڑنے والی نہیں ہے، اور اس عجائبات علم کبھی ختم ہونے والے نہیں ہیں اور جنّات نے بھی اسے سن کر برملا اقرار کیا کہ ہم نے ایک ایسا قرآن سنا ہے کہ جو ہدایت کا مکمل رہنما ہے، لہٰذا ہم اس پر ایمان لے آئے، اور وہ ایسا کلام ہے کہ جس نے اس کو اختیار کیا اس کو صادق قرار دیا جاتا ہے، اور جس نے اس پر عمل کیا وہ اجر کا مستحق بنجاتا ہے، اور جس نے اس کے مطابق معاملات کا فیصلہ کیا تو اس نے انصاف کیا اور جس نے اس کی دعوت دی وہ صراط مستقیم پر ہدایت یاب ہوا۔

قرآن کریم کی اولین اعجازی شان یہ کہ وہ زمانہ ماضی کے حوادث کو اتنے متیقّن طریقے پر پیش کرتا ہے کہ جس میں ادنیٰ شک وتردد کی گنجائش نہیں ہوتی، بخلاف مؤرخین کے زمانہ گزشتہ کے حوادث وواقعات ان کے دیکھے ہوئے نہیں سنے ہوئے ہوتے ہیں، جن میں تیقن کے بجائے احتمال وشک غالب ہوتا ہے، اس لئے ان میں مؤرخین کا اختلاف ضروری ہوتا ہے۔

دوسرا اعجاز ''**خبر ما بعدکم**'' ہے کہ انسانی غور وفکر کے صحت وسقم کے درمیان دائر ہوتا ہے، اس لئے اس کا فیصلہ بھی اس صحت سقم سے باہر نہیں ہوتا لیکن احکام خداوندی اس قطعیت ویقین پر مبنی ہوتے ہیں، کہ جن میں سقم کا ادنی احتمال نہیں ہوتا، اس لئے اس کے یہ اعجاز احکام ''سمعنا واطعنا'' ہی کے مستحق ہوتے ہیں، اس میں ریب کا امکان نہیں ہوتا۔

چوتھا اعجاز ''**وھو الفصل لیس بالھزل**'' ہے کہ جو مرور ایام اور تغیر احوال سے کبھی متأثر نہ ہوا ہو وہ فصل ہے، اور جس پر یہ دونوں اثر انداز ہوجائیں وہ ہزل ہے، انسانی فیصلے فصل و ہزل کے درمیان دائر رہتے ہیں، لیکن کلام الٰہی میں خدائی فیصلے فصل ہی فصل ہوتے ہیں، ان میں ہزلی کا کسی

وقت میں کوئی امکان نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے قرآن کے اعجازی متیقن احکام ہی اس کے مستحق ہوتے ہیں، کہ ان کو نہ ماننے والا قصمة اللّٰه کے مطابق بدترین سزا کا مستوجب قرار پائے۔

ان منصوص ومتین قرآنی اعجازات کی توضیح نبوی کے بعد بجا طور پر قرآن کریم ہی قطعی وارحتمی طور پر اس کا بجا طور پر مستحق قرار پاتا ہے کہ اس کا تارک خوفناک گمراہی کے گڑھے میں ڈال دیا جائے۔ یہ ہی وہ مضبوط رسی ہے کہ جس کا تھامنے والا منزل سے محروم نہیں ہوتا، یہ وہی حکمت آمیز کلام ہے جو نفس کی بد راہیوں سے بچا کر مقام قرب تک پہنچا دینے کا واحد ذریعہ ہے۔ اور یہ وہی کلام ہے کہ جو راہ صواب کی پہچان ختم کردینے والی اور مقصد سے ہٹا دینے والی چرب زبانیوں کے ذریعہ کو پامال کردینے والا ہے، اس کی حقائق آفرینی اس بے مثال جامعیت کی حامل ہے، کہ جو تکرار سے کبھی بے لطفی سے دوچار نہیں ہوتی، لہٰذا اس کے اعجاز کو اس کی صداقت قطعی پر نا قابل تردید شہادت کبریٰ قرار دینا نہ خلاف حقیقت ہے اور نہ مبالغہ ہے۔

''قرآن کریم کا اعجاز اور اس کی حقیقت'' محترم مفتی محفوظ الرحمٰن صاحب عثمانی کی ایک قابل قدر اور لائق اعتنا تصنیف ہے، مفتی صاحب موصوف کا جامعۃ القاسم مدھوبنی کے منصب اہتمام پر اور امام قاسم اسلامک ایجوکیشنل ویلفیر ٹرسٹ انڈیا کے جنرل سکریٹری کے عہدہ پر فائز ہونا بذات خود ان کے علمی تعارف کے لئے کافی ہے، مفتی صاحب موصوف نے اپنی کتاب میں اگر یہ کہا جائے کہ نفس موضوع کا بڑی حد تک حق ادا کردیا ہے تو یہ توصیف بھی حد سے تجاوز نہیں ہوگی، کہ اس میں قلب و دماغ کو اپیل کرنے والے دلائل کے ساتھ تفاصیل پیش فرما کر مفتی صاحب نے ایک اہم علمی ضرورت کو عالمانہ حسن اسلوب سے پورا لیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت وقیعہ کو حسن قبول سے نوازے اور زاد آخرت فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

(مولانا) محمد سالم قاسمی (صاحب)
مہتمم دارلعلوم وقف دیوبند، رئیس جامعہ دینیات اردو دیوبند
نائب ناظم صدر مسلم پرسنل لا بورڈ

الحمد للّٰہ الذی خلق الانسان وعلمه البیان وانزل القرآن والصلوٰة والسلام علی محمدالکرام وعلیٰ آله واصحابه الابرار . اجمعین امابعد!

قرآن کریم کے اعجاز بیانی پر نقد ونظر کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہوسکتی اس لئے کہ یہ کلام جس مقدس ذات کا ہے انسان اس کی پیدا کردہ ایک مخلوق ہے۔ اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود انسان اس احسن الکلام کی تفسیر وتوجیہ اور تنقیح وتوضیح کا بھرپور حق ادا کرنے سے قاصر ہے۔ قرآن پاک کی ہر آیت کا ہر لفظ اپنے اندر جامع مفاہیم رکھتا ہے۔ قرآن کریم کا سب سے بڑا اعجاز بیانی یہ ہے کہ اسے کسی خاص زمانہ، خاص وقت اور کسی خاص قوم وملک سے باندھ کر نہیں دیکھا جاسکتا۔ اس کے اعجاز بیانی کی وسعت وہمہ گیری انسان کی تمام تر علمی صلاحیتوں کے احاطہ میں نہیں سما سکتی۔ اس لئے تمام بڑے اور جید علماء تفسیر وترجمہ نے اپنی بے پناہ صلاحیتوں اور لیاقتوں کو بروئے کار لانے اور بہتر سے بہتر ترجمہ وتفاسیر کردینے کے باوجود خود کو عاجز وکمزور پایا اور اعتراف کیا کہ قرآن کا اعجاز بیانی علوم کا وہ بحر بیکراں ہے جس کی غوطہ خوری انسان کے بس کی بات نہیں۔ ایسے موضوع پر کچھ لکھنا مجھ جیسے کم علم کے بس میں بھی نہیں۔ تاہم یہ سوچ کر کہ سعادت نصیب ہوجائے اور کم از کم کوشش کا ثواب بھی مل جائے، میں نے اپنی کم مائیگی کو سامنے لاتے ہوئے خامہ فرسائی کی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ علوم قرآن کے تمام مباحث پر قرن اول سے اب تک ہر پہلو اور ہر زاویہ سے بحث کی جاتی رہی ہے، لیکن پھر بھی ان کا حق ادا نہ ہوسکا اور اب بھی وہ تشنہ معلوم ہوتے ہیں۔ دوسرے مباحث کی طرح اعجاز قرآن کا موضوع بھی ابتدا ہی سے زیر بحث رہا ہے۔ قرآن کریم کن معنوں میں معجزہ ہے؟ یہ وہ سوال ہے جس کی وجہ سے ادب، فصاحت وبلاغت اور بدیع وبیان کے نام سے مستقل فن کی بنیاد پڑی۔ اس فن کے بارے میں بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ یہ خالصاً اسلامی ہے اور جذبۂ خدمت قرآن کا پروردہ ہے۔

زملکانی، سکاکی، جرجانی، رازی اور جاحظ جیسے ائمہ ادب نے اسے اس لائق ٹھہرایا ہے کہ اس کی روشنی میں ہم قرآن کریم کی عظمت، اعجاز بیانی اور ادبی پیرائے کا اندازہ کرسکتے ہیں، قرآن کریم میں اعجاز بیانی کے کون کون سے پہلو خصوصیت کے حامل ہیں اس سلسلے میں ادب ولسانیات کے ادا شناسوں نے مختلف موقف اختیار کیے ہیں۔

قرآن اللہ کی آخری کتاب ہے اس کی حقانیت کی واضح دلیل اس کا اعجاز ہے۔ یعنی ایک ایسا کلام جس کی نظیر پیش کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے، اسی وجہ سے اس کو سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ کہا جاتا ہے۔

پہلے بنیادی طور پر دو باتیں سامنے رکھنی ضروری ہے۔ ایک تو یہ کہ فصاحت وبلاغت اور کلام کی سحر انگیزی ایک ایسی صفت ہے جس کا تعلق سمجھنے اور محسوس کرنے سے ہے اور پوری حقیقت وماہیت کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ آپ تلاش وجستجو اور استقراء کے ذریعہ فصاحت وبلاغت کے اصول وقواعد مقرر فرماسکتے ہیں لیکن درحقیقت ان اصول وقواعد کی حیثیت فیصلہ کن نہیں ہوتی۔ کسی کلام کے حسن وقبح کا آخری فیصلہ ذوق اور وجدان ہی کرتا ہے۔ جس طرح ایک حسین چہرے کی کوئی جامع تعریف نہیں کی جاسکتی اسی طرح کسی کلام کی فصاحت وبلاغت کو بیان کردینا ممکن ہے لیکن جب کوئی صاحب ذوق انسان اسے سنے گا تو اس کے محاسن ومعائب کا خود بخود پتہ چل جائے گا۔ دوسرے یہ کہ فصاحت وبلاغت کے معاملہ میں ذوق بھی صرف اہل زبان کا معتبر ہے کوئی شخص کسی غیر زبان میں خواہ کتنی مہارت حاصل کرلے لیکن ذوق سلیم کے معاملہ میں وہ اہل زبان کا کبھی ہمسر نہیں ہوسکتا ہے۔

اب ذرا زمانہ جاہلیت کے اہل عرب کا تصور کیجئے۔ خطابت وشاعری ان کے معاشرہ کی روح رواں تھی۔ عربی شعر وادب کا فطری ذوق ان کے بچے بچے میں سمایا ہوا تھا۔ فصاحت وبلاغت ان کے رگوں میں خون حیات بنکر دوڑتی تھی۔ ان کی مجلسوں کی رونق، ان کے میلوں کی رنگینی، ان کے فخر وناز

کا سرمایہ اوران کی نشرواشاعت کا ذریعہ سب کچھ شعروادب تھا اورانہیں اس پر اتنا غرور تھا کہ وہ اپنے سوا تمام اقوام کو ''عجم'' (گونگا) کہا کرتے تھے۔

ایسے ماحول میں ایک امی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کلام پیش کیا جو حکیمانہ چیلنج اوراعجاز ہے۔

اول تو قرآن مجید نے سورہ طور میں ان کو چیلنج کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّا یُؤْمِنُوْنَ. فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ ۔سورۃ طور آیۃ 34-33 (کیا یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے یہ قرآن خود گڑھ لیا ہے دراصل بات یہ ہے کہ یہ ایمان لانا ہی نہیں چاہتے، اچھا اگر یہ اپنے قول میں سچے ہیں تو اسی جیسی شان کا کلام بنالائیں)

پھر قرآن نے سورہ ہود میں چیلنج کیا

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔

2 سورہ ہود آیۃ 13 (کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے یہ کتاب خود گڑھ لی ہے! کہو اچھا یہ بات ہے تو تم اسی جیسی صرف دس سورتیں تصنیف کر لاؤ اور اللہ تعالی کے سوا تم اور جو بھی تمہارے معبود ہیں ان کو اپنی مدد کے لئے بلا سکتے ہو تو بلا لو۔ اگر تم سچے ہو) اسی طرح رفتہ رفتہ صرف ایک سورۃ لانے کا مطالبہ کیا اور چیلنج میں شدت وقوت پیدا کرتے ہوئے فرماتا ہے:

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔

1۔ سورۃ یونس آیۃ 38 (کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی نے اسے خود گڑھ لیا ہے۔ اے محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کہو کہ اگر تم اپنے الزام میں سچے ہو تو ایک سورۃ ہی اس کی جیسی (شان وعظمت والی) تصنیف کر لاؤ، ایک اللہ کے سوا تم اپنی مدد کے لئے جس جس کو بلا سکتے ہو بلاؤ) یہ سب کچھ مکی زندگی میں ہوا حالانکہ اس وقت بھی ان کی فصاحت وبلاغت کے ڈنکے بج رہے تھے۔ لیکن قرآن حکیم سے معارضت یا مقابلے کی جنگ میں عاجز ہو کر گویا زبان وبیان کے شہسوار گونگے ہو گئے تھے۔

قرآن مجید کا ہر چیلنج علم وخرد اور دلوں پر حاوی ہوتا جا رہا تھا لیکن ان کی انانیت مجروح ہو رہی تھی۔ حق تو یہ ہے کہ وہ حق جان کر ماننا نہیں چاہتے تھے اور نہ ہی ان کی ضد اور ہٹ دھرمی بلکہ ان کی جاہلانہ عصبیت اجازت دیتی تھی کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول برحق اور قرآن مجید کو کتاب الٰہی مان کر گھٹنے ٹیک دیں۔ ورنہ لغت کے اعتبار سے یہ ان کی جہالت نہیں بلکہ جیسا کہ تاریخ ادب عربی کے مؤلف ڈاکٹر عمر فروخ نے کلمہ جاہلیت کی تعریف میں لکھا ہے۔

الجهل ضد الحلم تھا، **الجهل ضد العلم** نہیں۔ یعنی علم کے خلاف نہیں بلکہ عقل ودانش اور حق پرستی کے خلاف تھی اس لئے وہ قرآن کے زوردار حملوں سے گھبرا کر آپس میں ایک دوسرے سے کہتے

لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ۔

2 سورۃ فصلت 26 (اس قرآن کریم کو سنو ہی نہیں بلکہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سنائیں تو ایسا شور مچاؤ کہ قرآن مجید سنائی نہ دے شاید اسی طرح تم غالب آ جاؤ۔) اس چیلنج کی تجدید مدنی دور میں ہوئی، سورۃ بقرہ میں ان کو توحید کی دعوت دی گئی اور یہی ان کی دکھتی رگ تھی۔ ارشاد ہوا:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ۔ 1

سورہ بقرہ آیۃ 24-23 (اگر تمہیں اس قرآن پر شک ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو تم اس جیسی عظمت والی ایک ہی سورۃ بنا کر لے آؤ اگر تم سچے ہو تو یہ کر کے دیکھا دو اگر تم یہ نہ کر سکے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ تم ہرگز ایسا کر ہی نہیں سکتے تو پھر اس جہنم کی آگ سے بچنے کے لئے تیاری کر لو جس کا ایندھن انسان اور پتھر بنیں گے) اس خوفناک انداز میں جو دھمکی دی گئی وہ محض وقتی نہیں تھی بلکہ آئندہ بھی وہ اس چیلنج کو قبول نہیں کر سکتے تھے اور حقیقت اب ان پر روشن ہو گئی تھی۔

منکرین قرآن پر اعجاز قرآن کے ثبوت میں یہ قول حق بھی ثابت ہو گیا:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۔

سورۃ الاسراء آیۃ 88 (اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہہ دیں کہ اگر انسان اور جنات سب مل کر بھی کوشش کریں کہ اس قرآن عظیم جیسی کوئی کتاب تیار کر لیں تو وہ کبھی ایسی کتاب نہ پیش کر سکیں گے خواہ وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں۔

وجوہ اعجاز قرآنی

یعنی وہ کیا وجوہ ہیں جن کے سبب ساری دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ اس پر علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ ہر ایک نے اپنے اپنے طرز میں اس مضمون کو بیان کیا ہے۔ میں مختصراً ان وجوہ کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔

اعجاز قرآنی کی پہلی وجہ

اولاً غور کرنے کی چیز یہ ہے کہ قرآن مجید کس جگہ، کس ماحول میں، اور کس پر نازل ہوئی؟ کیا وہاں ایسے علمی ماحول کا وجود تھا جن کے ذریعہ ایسی جامع بے نظیر کتاب تیار ہو سکے، جو علوم اولین

وآخرین کی جامع، اور انسان کی انفرادی واجتماعی زندگی کے ہر پہلو کے متعلق بہترین ہدایت پیش کر سکے۔

جس سرزمین پر یہ کتاب مقدس نازل ہوئی اس کو بطحاء مکہ کہتے ہیں، جو نہ زرعی ملک ہے نہ صنعتی، اکثر دنیا سے کٹا ہوا ایک جزیرہ نما ہے، جہاں دور تک نہ کہیں بستی نظر آتی ہے، نہ کوئی کھیت نہ درخت۔ جس میں کسی قسم کے علم وتعلیم کا کوئی چرچا نہیں، نہ وہاں کوئی اسکول اور کالج ہے نہ کوئی یونیورسٹی یا دارالعلوم، لیکن وہاں کے رہنے والوں کو اللہ نے پیدائشی طور پر فصاحت وبلاغت کا ایک فن ضرور دے دیا ہے، جس میں وہ ساری دنیا سے فائق اور ممتاز ہیں، وہاں کی چھوٹی چھوٹی لڑکیاں ایسے فصیح وبلیغ اشعار کہتی ہیں کہ دنیا کے ادیب حیران رہ جاتے ہیں۔

لیکن یہ سب ان کا فطری فن ہے، جو کسی مکتب یا مدرسہ میں حاصل نہیں کیا جاتا، الحاصل نہ وہاں تعلیم وتعلم کا کوئی سامان ہے، نہ وہاں کے رہنے والوں کو ان چیزوں سے لگاؤ ہے۔ اسی مکہ شہر میں ایک شریف گھرانے میں وہ ذات مقدس پیدا ہوئی جو محیط وحی ہے اب اس ذات مقدس کا حال سنئے۔

پیدا ہونے سے پہلے ہی والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، سات سال کی بھی عمر نہ تھی کہ والدہ کی بھی وفات ہوگئی، آباء واجداد نے اپنے گھر میں کوئی اندوختہ نہ چھوڑا تھا جس سے یتیم کی پرورش کا سامان ہو سکے اور عمر کا ابتدائی حصہ گذار سکے جو تعلیم وتعلم کا اصلی وقت ہے، اس وقت اگر مکہ میں کوئی دارالعلوم یا اسکول وکالج بھی ہوتا تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس سے استفادہ مشکل تھا۔ الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر قسم کی تعلیم وتعلم سے بے خبر رہے، وہاں کوئی بڑا عالم بھی نہ تھا جس کی صحبت میں رہ کر یہ علوم حاصل کئے جا سکیں، جن کا قرآن حامل ہے۔ یہ امی محض چالیس سال تک مکہ میں اپنے برادری کے سامنے رہتے ہیں، ٹھیک چالیس سال کے بعد ان کی زبان مبارک پر وہ کلام آنے لگا جسکا نام قرآن ہے اور لفظی فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے محیر العقول ہے، تو پھر اس کے

معجزہ ہونے میں کسی انصاف پسند کو کیا شبہ رہ سکتا ہے۔ فرض کر لیجئے کہ یہ کتاب بےنظیر بھی نہ ہوتی جب بھی ایک امی محض کی زبان سے اس کا ظہور اعجاز قرآن کی وجوہ اعجاز کی تفصیل میں جائے بغیر بھی قرآن کریم کے معجزہ ہونے کے لئے کم نہیں جس کو ہر عالم و جاہل سمجھ سکتا ہے۔

اعجاز قرآنی کی دوسری وجہ:

عرب سرداروں نے قرآن اور اسلام کے مٹانے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو مغلوب کرنے میں جس طرح اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگایا، وہ کسی لکھے پڑھے آدمی سے مخفی نہیں اور عربوں نے اپنی خاص مجلسوں میں قرآن کے بےمثل ہونے کا اعتراف کیا اور جو ان میں منصف مزاج تھے انہوں نے اس اعتراف کا اظہار بھی کیا۔ قریشی سردار نضر بن حارث نے ایک مرتبہ اپنی قوم کو خطاب کر کے کہا۔

’’اے قوم قریش! آج تم ایک مصیبت میں گرفتار ہو کہ اس سے پہلے کبھی ایسی مصیبت سے سابقہ نہیں پڑا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے قوم کے ایک نوجوان تھے اور تم سب ان کے عادات واخلاق کے گرویدہ اور اپنی قوم میں ان سب سے زیادہ سچا اور سب سے زیادہ امانت دار جانتے اور کہتے تھے، اب جب کہ ان کے سر میں سفید بال آنے لگے، خدا کی قسم وہ جادوگر نہیں، ہم نے جادوگروں کو دیکھا اور برتا ہے، ان کے کلام سنے ہیں، اور طریقوں کو سمجھا ہے، وہ بالکل اس سے مختلف ہیں اور کبھی تم ان کو کاہن کہنے لگے، خدا کی قسم وہ کاہن بھی نہیں، ہم نے بہت کاہنوں کو دیکھا اور ان کے کلام سنے ہیں، ان کو ان کلام سے کوئی مناسبت نہیں اور کبھی تم ان کو شاعر کہنے لگے، خدا کی قسم! وہ شاعر بھی نہیں، ہم نے خود شعر، شاعری کے تمام فنون کو سیکھا ہے اور بڑے بڑے شعراء کے کلام ہمیں یاد ہیں، ان کے کلام سے اس کو کوئی مناسبت نہیں، پھر کبھی تم ان کو مجنون بتاتے ہو، خدا کی قسم! وہ مجنون بھی نہیں، ہم نے بہت سے مجنونوں کو دیکھا بھالا، ان کی بکواس سنی ہے، ان کے مختلف کلام سنے ہیں،

یہاں یہ کچھ نہیں، اے میری قوم تم انصاف کے ساتھ ان کے معاملہ میں غور کرو، یہ سرسری ٹلادینے کی چیز نہیں۔‘‘ 1خصائص کبری ص144 ج1۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قرآن کے اس دعوے اور چیلنج پر صرف یہی نہیں کہ پورے عرب نے ہار مان لی اور سکوت اختیار کی، بلکہ اس کے بےمثل و بےنظیر ہونے اور اپنے عجز کا کھلے طور پر اعتراف بھی کیا ہے، اگر یہ کسی انسان کا کلام ہوتا تو اس کی کوئی وجہ نہ تھی کہ سارا عرب بلکہ ساری دنیا اس کا مثل لانے سے عاجز ہوتی، یہ ہے قرآن کا وہ کھلا ہوا معجزہ جس کا دشمنوں کو بھی اعتراف کرنا پڑا ہے۔

اعجاز قرآنی کی تیسری وجہ:

قرآن کریم میں غیب کی اور آئندہ رونما ہونے والے واقعات کی بہت سی خبریں ہیں جو قرآن نے دیں، اور ہو بہو اسی طرح واقعات پیش آئے جس طرح قرآن نے خبر دی تھی، مثلاً قرآن نے خبر دی کہ روم وفارس کے مقابلہ میں ابتداءً فارس غالب آئیں گے اور رومی مغلوب ہوں گے، لیکن ساتھ ہی یہ خبر دی کہ دس سال گذرنے نہ پائیں گے کہ پھر رومی اہل فارس پر غالب آجائیں گے، مکہ کے سرداروں نے قرآن کی اس خبر پر حضرت صدیق اکبرؓ سے ہار جیت کی شرط کر لی اور پھر ٹھیک قرآن کی خبر کے مطابق رومی غالب آگئے تو سب کو اپنی ہار ماننا پڑی، اور ہارنے والے پر جو مال دینے کی شرط کی تھی، وہ مال ان کو دینا پڑا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مال کو قبول نہیں فرمایا، کیوں کہ وہ ایک قسم کا جوا تھا، اسی طرح اور بہت سے واقعات اور خبریں ہیں جو امور غیبیہ کے متعلق قرآن میں دی گئیں اور ان کی سچائی بالکل روز روشن کی طرح واضح ہوگئی۔ معارف القرآن ص 97 ج1

اعجاز قرآنی کی چوتھی وجہ:

قرآن عظیم میں پچھلی امتوں اور ان کی شرائع اور تاریخی حالات کا ایسا صاف تذکرہ ہے کہ اس

زمانہ کے بڑے بڑے علماء یہود ونصاریٰ جو پچھلی کتابوں کے ماہر سمجھے جاتے ان کو بھی اتنی معلومات نہ تھیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کبھی نہ کسی مکتب میں قدم رکھا نہ کسی عالم کی صحبت اٹھائی، نہ کسی کتاب کو ہاتھ لگایا، پھر یہ ابتداء دنیا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک تمام اقوام عالم کے تاریخی حالات اور نہایت صحیح اور سچی سوانح اور ان کی شریعتوں کی تفصیلات کا بیان ظاہر ہے، کہ بجز اس کے نہیں ہوسکتا کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ ہی کا ہو، اور اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کو یہ خبر دی ہو۔ معارف القرآن ص98 ج1

اعجاز قرآنی کی پانچویں وجہ:

کتاب اللہ کی بے شمار آیات میں لوگوں کے دل کی چھپی ہوئی باتوں کی اطلاع دی گئی ہے اور پھر ان کے اقرار سے ثابت ہوگیا کہ وہ بات صحیح اور سچی تھی، یہ کام بھی عالم الغیب والشہادۃ ہی کرسکتا ہے، کسی بشر سے عادۃً ممکن نہیں۔

اعجاز قرآنی کی چھٹی وجہ:

چھٹی وجہ اعجاز قرآنی کی، وہ آیات ہیں جن میں قرآن نے کسی قوم یا فرد سے متعلق یہ پیشگوئی کی کہ وہ فلاں کام نہ کرسکیں گے، اور پھر وہ لوگ باوجود ظاہری قدرت کے اس کام کو نہ کرسکے۔ جیسے یہود کے متعلق قرآن نے اعلان کیا کہ اگر وہ فی الواقع اپنے آپ کو اللہ کا دوست اور ولی سمجھتے ہیں تو وہ موت کی تمنا کر کے دکھائیں اور پھر ارشاد فرمایا:

ولن یتمنوہ ابداً ''وہ ہرگز موت کی تمنا نہ کرسکیں گے کیوں کہ ان کے دل جانتے تھے کہ قرآن سچا ہے۔ اگر موت کی تمنا ہم اس وقت کریں گے فوراً مرجائیں گے اس لئے قرآن کے اس کھلے ہوئے چیلنج کے باوجود کسی یہودی کی ہمت نہ ہوئی کہ ایک مرتبہ زبان سے تمنائے موت کا اظہار

کردے۔ معارف القرآن ص99 ج1

اعجاز قرآنی کی ساتویں وجہ:

فرمان ربانی کے اعجاز کی ایک وجہ وہ خاص کیفیت ہے جو قرآن کے سننے سے ہر خاص وعام اور مومن وکافر پر طاری ہوتی ہے، جیسے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو اسلام لانے سے پہلے پیش آیا کہ اتفاقاً انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز مغرب میں سورہ طور پڑھتے ہوئے سنا، جب آپ ﷺ آخری آیت پر پہونچے تو جبیرؓ ابن مطعم کہتے ہیں کہ میرا دل گویا اڑنے لگا، اور یہ سب پہلا دن تھا کہ میرے دل میں اسلام اثر کیا۔ معارف القرآن ص99 ج1۔

اعجاز قرآنی کی آٹھویں وجہ:

قرآن کے اعجاز کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کو بار بار پڑھنے اور سننے سے کوئی اکتاتا نہیں، بلکہ جتنا زیادہ پڑھا جاتا ہے اس کا شوق اور بڑھتا ہے۔ دنیا کی کوئی بہتر سے بہتر اور مرغوب کتاب لیجئے اسے دو چار مرتبہ پڑھا جائے تو انسان کی طبیعت اکتا جاتی ہے۔ پھر نہ پڑھنے کو جی چاہتا ہے نہ سننے کو، یہ صرف قرآن کا خاصہ ہے کہ جتنا کوئی اسکو زیادہ پڑھتا ہے اتنا ہی اس کو شوق ورغبت بڑھتا جاتا ہے۔ یہ بھی قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا اثر ہے۔ 1 معارف القرآن

اعجاز قرآنی کی نویں وجہ:

کلام اللہ کا یہ اعجاز نہیں تو اور کیا ہے کہ قرآن نے خود اعلان کیا ہے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ وہ قیامت تک بغیر کسی ادنیٰ تغیر وترمیم کے باقی رہے گا، اللہ نے اپنے اس وعدے کو اس طرح پورا فرمایا کہ جب سے قرآن نازل ہوا ہے آج چودہ سو برس کے قریب ہونے کو آئے ہیں ہر زمانے میں لاکھوں انسان ایسے رہے ہیں اور رہیں گے جن کے سینوں میں پورا قرآن

اس طرح محفوظ رہا کہ ایک زیر وزبر کی غلطی کا امکان نہیں، ہر زمانے میں مرد، عورت، بچے، بوڑھے اس کے حافظ ملتے ہیں۔ بڑے سے بڑا عالم اگر کہیں ایک زیر وزبر کی غلطی کر جائے تو ذرا ذرا سے بچے وہیں غلطی پکڑ لیں گے، دنیا کا کوئی مذہب اپنی مذہبی کتاب کے متعلق اس کی مثال تو کیا اس کا دسواں حصہ بھی پیش نہیں کرسکتا۔ یہ بے نظیر حفاظت بھی صرف قرآن ہی کا خاصہ اور اس کے کلام الٰہی ہونے کا نمایاں ثبوت ہے، اس کھلے معجزے کے بعد قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں کیا کسی کو شک وشبہ کی گنجائش رہ سکتی ہے۔ معارف القرآن ص 100 ج 1

زملکانی کا موقف:

قرآن کریم کے اعجاز بیانی کے سلسلے میں کمال الدین محمد بن علی بن الزملکانی کا کہنا ہے کہ قرآن کا اعجاز اس کے حسن تالیف میں مضمر ہے۔ یعنی اس کے مفردات اور معانی دونوں میں یہ خصوصیت پنہاں ہے کہ ان کے انتخاب میں صوت وآہنگ اور ترجمانی کے اعتبار سے اس کے مرتبہ کو ملحوظ رکھا گیا ہے جو نہایت اعلیٰ وارفع ہے۔(1)

فخر الدین رازی کی رائے:

قرآن کے اعجاز بیانی کے حوالے سے امام فخر الدین رازی نے کہا ہے کہ اس کا اعجاز اس کی فصاحت وبلاغت اور ان تمام نقائص ومعائب اور تضادات سے منزہ ہونا ہے جو انسانوں کا خاصہ ہے۔(2)

قاضی ابوبکر کی رائے:

قاضی ابوبکر اپنی کتاب 'اعجاز القرآن' میں رقم طراز ہیں کہ قرآن کریم کے اعجاز میں یہ راز پنہاں ہے کہ اس کا اسلوب، اس دور کے تمام معروف ومروجہ اسالیب سے مختلف ہے یعنی نہ تو اس شعر کی

طرح ہے اور نہ ہی اس نثر کی طرح جس کا اظہار اس دور کے فصحاء اور شعراء اپنے کلام میں اکثر کیا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ طرز بیان کی حقیقت ہی اس کے بدیع السموات والارض کے کلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔(3)

علامہ سکاکی کی رائے:

قرآن کریم کے اعجاز بیان کے تعلق سے ابو یعقوب یوسف بن ابی بکر محمد بن علی سکاکی نے اپنی کتاب مفتاح العلوم، میں اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ قرآن کے اعجاز کا کوئی پہلو متعین کرنا مشکل ہے، چنانچہ وہ قاری جو فصاحت وبلاغت کا صحیح ذوق رکھتا ہے اس کو ہر ہر قدم پر محسوس تو کرتا ہے مگر بیان نہیں کرسکتا۔ اس کے نزدیک اس کی فصاحت وبلاغت سراسر ذوق ووجدان کے نازک پہلوؤں سے تعلق رکھتی ہے اور اس کا اظہار اسی طرح ناممکن ہے۔ جس طرح قرآن کے حسن وزیبائی کی الفاظ وحروف کی اصطلاحوں میں تشریح نہیں کی جاسکتی۔(4)

وجوہ اعجاز کے بارے میں نظام کا نظریہ:

قرآن کریم کے اعجاز کے بارے میں ابو اسحاق ابراہیم بن یسار النظام کا کہنا ہے کہ قرآن حکیم کا جواب یوں تو ناممکن ہے تاہم جب بھی کوئی شخص یا گروہ اس کے جواب کے درپے ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے قدرت واستطاعت چھین لیتا ہے، وہ اس لائق نہیں رہتا کہ اس کے مرتبہ فصاحت کے جواب میں اپنی طرف سے کچھ کہہ سکے۔(5)

درحقیقت قرآن کریم اپنی ادبی ومعنوی خوبیوں کے اعتبار سے مجموعہ اعجاز ہے، بقول بندار بن الحسین کہ اس بارے میں خصوصیت سے یہ طے کرنا مشکل ہے کہ لفظ ومعنی اور ترتیب وتالیف کے کس پہلو ومقام پر اعجاز کا اطلاق مکمل طور پر ہوتا ہے۔ بات یہ ہے کہ قرآن نے سحر اور جادو کے دور سے نکل

کر عقل وخرد کے جس نئے دور کا آغاز کیا اور جس اولین قوم اور معاشرے کو اپنا مخاطب ٹھہرایا اس کا تقاضا یہ تھا کہ اس کتاب کے کلام الٰہی ہونے کے ثبوت میں ایسی وزنی دلیل سے کام لیا جاتا جو ایک طرف تو عقلی ہو اور دوسری طرف ایسی ہو جس کے حسن وقبح کو وہ اچھی طرح جانچ پرکھ سکے۔ ظاہر ہے کہ یہ عربی زبان اور اس کی خصوصیات ہی ہو سکتی ہیں۔

اعجاز بیانی کا اہم پہلو:

قرآن حکیم میں ان تمام پہلوؤں کا استیعاب کیا گیا ہے لیکن اس کتاب کے مخاطبین اولین کے لئے زیادہ شائستہ التفات اور قابل فہم پہلو قرآن کریم کی لسانی خصوصیات اور معجزہ طرازیاں ہو سکتی ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس پہلو پر بالتفصیل روشنی ڈالی جائے۔ خود یہ پہلو دو طرح کے امکانات کا حامل ہے یا تو اس کے متعلق ایک تفصیلی جائزہ پیش کیا جائے اور یہ بتایا جائے کہ قرآن حکیم حذف، تقدیر، تقدیم، تاخیر، تشبیہ، استعارہ، کنایہ اور بلاغت کے اعتبار سے حسن وکمال کے کن کن نوادر کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں۔

قرآن کریم کا ہر ہر لفظ عمدہ اور ہم آہنگ:

قرآن حکیم میں الفاظ کی ان معجزہ طرازیوں کے علاوہ جن کا تعلق ترکیب وتالیف کے کمالات اور خوبیوں سے ہے، خود الفاظ کی اپنی ایک حیثیت واہمیت بھی ہے۔ ان میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کو سننے سے کان اباء کرے۔ کوئی لفظ ایسا نہیں جس میں عامیانہ پن پایا جائے اور جو معنوی اعتبار سے کھوکھلا اور سطحی ہو، کوئی لفظ ایسا بھی نہیں جو قریش کے صاف ستھرے ذوق عربیت کے منافی ہو، بلکہ اس کا ہر لفظ خوش گوار، خوش آہنگ اور اس طرح کا صوتی نکھار لیے ہوئے ہے کہ نہ صرف کان اس سے آشنا معلوم ہوتے ہیں بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ قلب وذہن بھی اس سے غیر شعوری طور پر پہلے

سے آگاہ ہیں۔ ان میں بلا کی ملائمت، حلاوت اور کھنک پائی جاتی ہے اور کیوں نہ ہو ان کا انتخاب خالق کائنات نے کیا ہے۔

کم الفاظ کے ذریعے معانی کا اظہار:

عربی زبان جس کا دامن ہزاروں الفاظ کو سمیٹے ہوئے ہے، انہی الفاظ کے ذریعے انفرادی واجتماعی مسائل سے لے کر مابعد الطبیعی حقائق تک تمام مسائل کو احسن طریقے پر سلجھایا اور نکھارا ہے۔ یعنی کم از کم ذخیرۂ الفاظ سے زیادہ سے زیادہ معانی کی نشاندہی کی ہے۔ مثلاً لفظ ہدایت کو لیجئے۔ قرآن حکیم نے اس ایک لفظ کو سیاق وسباق کی مناسبت کے پیش نظر تقریباً تین معانی میں استعمال کیا ہے۔

1۔ اس معنی میں کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں ہر شئی کی تخلیق کی ہے وہاں اس کے فرائض کا تعین کیا ہے۔

رَبُّنَا الَّذِیْ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی (طہ:50)(6)

ہمارا وہ پروردگار ہے جس نے ہر چیز کو شکل وصورت بخشی اور پھر اس کے فرائض کی طرف اس کی رہنمائی بھی کی۔

2۔ دینی رہنمائی کے معنوں میں:

وَجَعَلْنَا هُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا (انبیاء: 73)(7)

اور ہم نے ان کو قوموں کا پیشوا ٹھہرایا کہ ہمارے حکم سے لوگوں کو سیدھی راہ دکھاتے ہیں۔

3۔ توفیق ہدایت کے معنوں میں:

وَالَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًی (محمد: 17)(8)

جو لوگ ہدایت سے بہرہ ور ہیں ان کو مزید ہدایت کی توفیق فرماتا ہے۔

اعجاز قرآن کا تیسرا پہلو حسن تالیف:

قرآن حکیم کے اعجاز کا تیسرا پہلو حسن تالیف ہے، یعنی اس بحث کے بعد کہ اعراب وحروف کی تبدیلی یا الفاظ کے انتخاب وتصرف میں قرآن کریم نے اعجاز کے کن کن پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے، یہ واضح کیا جائے کہ یہی الفاظ جب ترکیب پذیر ہوں اور آیات کے سانچے میں ڈھل جائیں تو ترتیب وتالیف کے لحاظ سے اس میں حسن وسحر کے کون کون گوشے نکھر کر ذوق وشوق کو متاثر کرتے ہیں۔اس سوال کا جواب بھی دو طرح سے دیا جاسکتا ہے۔

ایک یہ کہ فن بلاغت وبدیع کے ایک ایک قاعدہ کو سامنے رکھ کر قرآن سے اس بات کا ثبوت فراہم کیا جائے کہ اس نے کیوں کر تمام اصناف سخن کو ملحوظ رکھا اور کس طرح حیرت انگیز اور غیر معمولی طریقے سے ادب وذوق کے خوارق کی تخلیق کی ہے۔

دوسرے یہ کہ فن اور اس کی اصطلاحی باریکیوں میں غوطہ زنی کئے بغیر بدیع وبیان کی ایسی روشن مثالوں ہی پر اکتفا کیا جائے جن سے وہ لوگ بھی استفادہ کرسکیں، جن کو ادب وذوق کے ان دقائق کے مطالعہ کا موقع نہیں ملا۔اس سے پہلے کہ قرآن کریم کے معجزانہ پہلو کو ذکر کیا جائے چند نکات کی تشریح ناگزیر ہے۔

(1) قرآن حکیم نے جب اعجاز کا دعویٰ کیا اور مخالفین کو مقابلے کے لئے للکارا تو یہ محض مناظرانہ تحدی نہ تھی بلکہ ایک برتر حقیقت کی طرف اشارہ تھا، جس نے ادب ولسان کا حسین روپ دھار رکھا تھا۔کارلائل نے قرآن کریم کے اس نکتہ کو بھانپ لیا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ قرآن دراصل اس آواز حق کی بازگشت ہے جو کائنات کے ذرہ ذرہ سے سنائی دے رہی ہے۔یہی وجہ ہے کہ سننے والے جب اس کو سنتے ہیں تو یہ آواز انہیں پہچانی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ کسی اجنبی کی آواز نہیں ہے، بلکہ یہ دل کے قریب سے بلند ہونے والی آواز ہے، اور اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ جبین شوق زمین بوس ہوجاتی ہے۔اور آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّداً (بنی اسرائیل: آیت 107 (9)

جن لوگوں کو پہلے علم الکتاب سے بہرہ ور کیا گیا ان کو جب قرآن پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں۔

وَاِذَا سَمِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰی اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ (المائدۃ: 83)(10)

اور جب اس کتاب کو جو پیغمبر اسلام پر نازل ہوئی، سنتے ہیں تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے ہیں۔اس لئے کہ انہوں نے حق بات پہچان لی اور وہ عرض کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم ایمان لے آئے ہم کو ماننے والوں میں لکھ لیجئے۔

اعجاز بیان کے اسی پہلو نے ولید جیسے مخالف اسلام کو متاثر کیا اور یہی وہ قرآن کی ادائے دلنواز تھی جس نے فاروق اعظمؓ کے قلب گداز میں اعجاز قرآنی کی پذیرائی کے لطیف جذبات کو ابھار دیا۔ جب ہم آیات قرآنی میں اعجاز بیان کے اس پہلو سے تعرض کرتے ہیں جس کا تعلق حسن تالیف سے ہے تو اس سے مراد حسن وکمال کی وہ نوعیت ہے جو اسلوب ومعانی دونوں میں یکساں دائر وسائر ہے۔ وہ نوعیت کیا ہے خطابی نے اس طرح بیان کیا ہے۔

''قرآن جن محاسن سے لبریز ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں صحیح اور بلند تر معانی کو نظم وترتیب کی حسین شکل میں پیش کیا گیا ہے، اس میں اللہ کی توحید کا بیان ہے۔اس کی صفات کا تذکرہ ہے، تنذیر کی تفصیل ہے، حلال وحرام کی وضاحت ہے، حظر واباحت کے حدود کی تعین ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے احکام ہیں، محاسن اخلاق کی تلقین ہے اور قرون ماضیہ سے عبرت پذیری

کے اصول ہیں۔ یہ سب معانی اور مضامین بجائے خود بلند اور حسین ہیں، باوجود اس کے ان سب کے اظہار کے لئے قرآن حکیم نے جو اسلوب اختیار کیا ہے اس سے زیادہ موزوں اور بہتر اسلوب اختیار نہیں کیا جاسکتا۔ (بیان اعجاز القرآن: ص 24)(11)

اعجاز بیانی کے سلسلے میں باقلانی کی رائے:

قرآن کریم بدیع وبیان اور ترتیب وتالیف کے اس درجہ کمال پر فائز ہے کہ جہاں انسان کا عجز واضح ہو جاتا ہے۔ اس میں ہر معنی کو بغیر کسی مبالغہ آرائی کے ٹھیک اس انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ جو اس کے لئے موزوں ہے یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے خطیب اور شاعر میں یہ خامی نمایاں ہے کہ وہ کسی ایک ہی مفہوم ومعنی کو تو اچھی طرح ادا کرسکتا ہے لیکن ہر معنی کو نہیں مثلاً بعض لوگ مدح میں خوب نکھرتے ہیں ہجو میں نہیں۔ بعض ہجو کے میدان کے شہسوار ہوتے ہیں اور مدح میں ناکام۔ لیکن قرآن کی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے جس معنی ومفہوم کو بھی ادا کیا ہے زبان واسلوب کا معیار اس میں یکساں بلند ہے۔ (12)

علامہ جرجانی کا موقف:

عبدالقادر جرجانی نے حسن تالیف اور اعجاز قرآن کو اس حیثیت سے دیکھا ہے کہ کفار مکہ اعجاز قرآن کے مسئلہ میں اس لئے سپر ڈالنے پر مجبور ہوئے کہ انہوں نے جب اس کے ایک ایک لفظ پر غور کیا، ایک ایک سورۃ کا جائزہ لیا اور ایک ایک آیت کو دیکھا تو انہیں احساس ہوا کہ اس میں تو کوئی لفظ اور کلمہ ایسا نہیں جو اپنی جگہ نگینہ کی طرح نہ جڑا ہوا ور جس کے بارے میں ہم کہہ سکیں کہ اگر یہ لفظ یا کلمہ یوں ہوتا تو زیادہ موزوں اور فصیح وبلیغ ہوتا۔ یہ تھا وہ احساس عجز جس نے انہیں ششدر وحیران کر دیا تھا۔ (13)

حسن تالیف اور اقتضائے حال کی چند جھلکیاں:

حسن تالیف یا فصاحت وبلاغت کا اہم اصول یہ ہے کہ کلام اقتضائے حال کے عین مطابق ہو، یعنی جو کچھ بھی کہنا ہو اور مفہوم ومعنی کی جس نوعیت کا بھی اظہار مقصود ہو الفاظ کے انتخاب اور ان کی ترتیب وساخت سے اس کا واضح ثبوت فراہم ہوتا ہو۔ قرآن حکیم میں اس صفت کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔

انسان کی اخروی زندگی کے بارے میں قرآن حکیم کا واضح تصور یہ ہے کہ یہاں وہ لوگ بہترین اجر وثواب سے بہرہ ور کئے جائیں گے جنہوں نے دنیا میں ایمان وعمل کے تقاضوں کا ساتھ دیا۔ اللہ کو مانا اس کے رسولوں کو تسلیم کیا اور ان دینی واخلاقی قدروں کی پیروی کی جن کی انہیں ان کے رسولوں اور کتابوں کے ذریعے تلقین کی گئی۔ اس کے برعکس وہ سخت سزا کے مستحق ٹھہریں گے جنہوں نے قدم قدم پر کفر وانکار کا اظہار کیا اور اپنی روش اور عمل سے اللہ کے پیغام ودعوت کو جھٹلایا۔

ظاہر ہے جب دونوں کے طرز عمل میں بیّن اختلاف رونما ہوگا تو ان کے صلہ اور جزا میں بھی فرق نمایاں ہونا چاہئے۔ قرآن حکیم نے ان دونوں گروہوں کا ذکر کیا ہے اور دونوں کے فکر واسلوب کے منطقی نتائج کی نشاندہی کی ہے اور اس کی ہولناکیوں کا بھی صلہ اور انعام اور اس کے لطائف کی بھی لیکن اس معجزانہ انداز سے کہ جو آیات خوشخبری اور حسن انعام پر دلالت کرتے ہیں ان کے ایک ایک لفظ سے نرمی، عذوبت اور بشاشت ٹپک رہی ہے اور جن آیات میں سزا اور اس کی اذیتوں کا ذکر ہے ان کا ایک ایک لفظ ہیبت، خشونت اور قہر وجلال کے انگارے سے برسا رہا ہے۔

اعجاز پر دلالت کرنے والی آیات قرآنی:

اعجاز قرآنی کے لطف کو ذیل کی آیتوں میں محسوس کیا جاسکتا ہے۔

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْآنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِى بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتَابِ لَارَيْبَ فِيْهِ مِن رَّبِّ الْعٰلَمِيْن اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرَاهُ قُلْ فَاتُوْا بِسُوْرَةٍمِّثْلِه وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُم صَادِقِيْن۔(14)

دوسری جگہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍمِّثْلِه مُفْتَرَيَاتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُم صَادِقِيْن۔(15)

اس طرح کے چیلنج وتحدی مکی و مدنی ہر دو سورتوں میں پائے جاتے ہیں چنانچہ سورہ بقرہ جو کہ مدنی سورہ ہے اس میں تمام فرد انسانی سے یہ چیلنج کیا گیا ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِى رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُو بِسُوْرَةٍ مِن مِّثْلِه وَادْعُوْا شُهَدَائَكُم مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْن(16)

اسی طرح سورۃ الاسرا جو کہ مکی سورہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى أَن يَّأْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَايَأْتُوْنَ بِمِثْلِه وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْراً۔(17)

قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت، حسن ترتیب وتنسیق کی نظیر نہیں پائی جاتی ہے، اس کے سارے کلمات نور الٰہی سے آراستہ و پیراستہ ہیں جن میں معمولی تغیر وتبدیل کی گنجائش نہیں ہے۔ اس حقیقت کا اعتراف مستشرقین نے بھی کیا ہے کہ قرآن کریم تمام نقائص و معائب سے پاک و صاف ہے۔ قرآن کریم کی عظمت و فوقیت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ کسی طرح کا تغیر وتبدل قبول نہیں کرتا۔

قرآن درستگی کا جامع، سچائی کا سرچشمہ ہونے کے ساتھ دیگر سبھی کلام پر فائق و برتر ہے۔ اس کے ہر ایک جملہ سے اس کا اعجاز بیان ظاہر العیان ہے۔ ہر فرد بشر کے اختیار سے باہر ہے کہ وہ اس طرح کا کوئی بھی کلام اپنے معاونوں کے ساتھ مل کر باہمی اشتراک وتعاون سے بھی پیش کر سکے۔ انسان اپنے شعور و احساسات کی کمزوری کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے۔ وہ ہمیشہ ایک مرحلہ سے دوسرے مرحلہ میں داخل ہوتا رہتا ہے۔ ہر وقت اس کے سامنے نئے مسائل وحالات پیدا ہوتے ہیں۔ جن سے وہ کبھی خوشی و شادمانی سے دوچار ہوتا ہے تو کبھی آلام و مصائب کا شکار۔

قرآن پاک اپنے معاندین ومخاصمین کو بار بار جھنجھوڑا، ان کی غیرت کو بار بار تحدی اور چیلنج کیا لیکن اس کا ہم مثل لانے کے لئے بڑے بڑے فصحاء بلغاء عرب ہمیشہ خامہ فرسائی اور طبع آزمائی کرتے رہے، لیکن انہیں اپنی تمام تر کوششوں میں ہر زاویے سے بے نیل و مرام ہو کر منھ کی کھانی پڑی۔ تاریخ میں چند مثالیں ایسی بھی ملتی ہیں کہ قرآن کا ہم مثل لانے کے لئے ناکام سعی بھی کی گئی مثلاً بسید بن ربیعہ جو عربوں میں اپنے فن کلام اور تیزی طبع میں یکتائے روزگار اور وحید عصر تھا۔ اس نے ایک نظم لکھ کر باب کعبہ پر آویزاں کردی، جب مسلمانوں کی اس پر نظر پڑی تو ایک مسلمان نے اس کے جواب میں قرآن پاک کی ایک سورہ کوثر لکھ کر لٹکادی، بسید نے دوسرے روز وہاں آکر سورہ کی ابتدائی آیت جب پڑھی تو اس قدر متاثر ہوا کہ بے اختیار اس کی زبان سے نکلا:

لَيْسَ هٰذَا الْقُرْآنُ مِنْ طَاقَةِ الْبَشَر

اور حق و صداقت سے مغلوب ہو کر فوراً لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر پروانۂ نبوت کے جھرمٹ میں شامل ہو گیا۔

یہ سلسلہ یہیں تک محدود نہیں رہا بلکہ وہ اتنا زیادہ عظمت قرآن کا قائل ہو گیا کہ حضرت عمرؓ نے جب ان سے اشعار کہنے کی فرمائش کی تو انہوں نے کہا جب خدا نے مجھے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران

جیسا کلام دے دیا ہے تو اب شعر گوئی مجھے قطعی زیب نہیں دیتی۔

فن اور ذوق کے پہلو سے بلاغت میں قرآن کا درجہ وہی شخص اچھی طرح جان سکتا ہے جسے ماہرین بلاغت کے منظوم ومنثور اور مرسل ومسجوع کلام کا حظ وافر حاصل ہو یہاں تک کہ کلام پر اسے ملکہ حاصل ہو جائے اور اس کا ذوق بن جائے اور وہ عبدالقاہر کی دونوں کتابوں اور الصناعتین الخصائص، اساس البلاغۃ اور ابن ہشام کی مغنی اللبیب سے مدد حاصل کرلے۔ یہ بلاغت کی اولین کتابیں ہیں، اس کے نتیجے میں اسے ملکہ حاصل ہو جائے گا اور وہ اس انتہا تک پہنچ جائے گا جس کا علم تاریخ سے حاصل ہوتا ہے اور وہ قرآن کی تاثیر ہے۔ جس کا احساس امت عربیہ اور عجم میں سے عربی میں مہارت رکھنے والوں کو تھا۔

کلام میں بلاغت کی صحیح تعریف یہ ہے کہ متکلم سامع سے جو بات کہنا چاہتا ہے اسے اس انداز سے کہے کہ اسے سن کر سامع مطمئن ہو جائے اور اس کا اثر قبول کرلے۔ تاریخ انسانیت میں کوئی ایسا کلام معروف نہیں جو عقلوں اور دلوں میں تاثیر کی قوت میں قرآن سے قریب تر ہو، قرآن ہی وہ واحد کلام ہے جس نے عرب قوم کی طبیعتیں بدل دیں، انہیں ان کے عقائد اور رسوم سے پھیر دیا، انہیں ان کی عادتوں اور عداوتوں سے موڑ دیا، انہیں ان کی خود غرض اور انتقامی کارروائیوں سے پھیر دیا۔ ان کی امیت اور جہالت کو علم وحکمت سے اور جاہلیت کو علم وادب سے بدل دیا اور متفرق قبائل کو ملا کر ایک امت بنا دیا جو اپنے عقائد، فضائل، عدل تہذیب اور علوم وفنون سے سارے عالم پر چھا گئی۔

اب ہم مختصراً اہم خصوصیات کو بیان کرنا چاہتے ہیں جن کی بناء پر قرآن کریم کا کلام معجز ہے، ظاہر ہے کہ ان خصوصیات کا احاطہ تو بشری طاقت سے باہر ہے، تاہم انسان کی محدود بصیرت کے مطابق ان خصوصیات کو چار عنوانات پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ (1) الفاظ کا اعجاز (2) ترکیب کا اعجاز (3) اسلوب کا اعجاز (4) نظم کا اعجاز۔

الفاظ کا اعجاز:

کسی زبان کا کوئی شاعر یا ادیب، خواہ اپنے فن میں کمال کے کتنے ہی بلند مرتبے کو پہنچا ہوا ہو یہ دعویٰ نہیں کرسکتا، اس کے کلام میں کہیں بھی کوئی لفظ غیر فصیح استعمال نہیں ہوا، کیوں کہ بسا اوقات انسان اپنے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے کسی نہ کسی غیر فصیح لفظ کے استعمال پر مجبور ہو جاتا ہے۔ لیکن پورے قرآن میں نہ صرف یہ کہ کہیں کوئی ایک لفظ بھی غیر فصیح نہیں ہے بلکہ ہر لفظ جس مقام پر آیا ہے وہ فصاحت وبلاغت کے اعتبار سے ایسا اٹل ہے کہ اسے بدل کر اسی فصاحت وبلاغت کے ساتھ دوسرا لفظ لانا ممکن ہی نہیں، عربی زبان ایک انتہائی وسیع زبان ہے جو اپنے ذخیرہ الفاظ کے اعتبار سے دنیا کی معمولی معمولی فرق سے بہت سے الفاظ پائے جاتے ہیں، قرآن کریم الفاظ کے اس وسیع ذخیرے میں سے اپنے مقصد کی ادائیگی کے لئے وہی لفظ منتخب فرماتا ہے، جو عبارت کے سیاق، معنی کی ادائیگی اور اسلوب کے بہاؤ کے لحاظ سے موزوں ترین ہو۔

مثلاً ہر زبان کے بعض الفاظ ایسے ہوتے ہیں جو صوتی اعتبار سے فصیح اور پسندیدہ نہیں سمجھے جاتے، لیکن چونکہ ان کے مفہوم کی ادائیگی کیلئے کوئی اور متبادل لفظ نہیں ہوتا اس لئے اہل زبان انہیں استعمال کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، لیکن قرآن کریم ایسے مواقع پر ایسی خوبصورت تعبیر اختیار کرتا ہے کہ ذوق سلیم وجد کر اٹھتا ہے، جیسے عربی میں تعمیر مکان کیلئے پکی ہوئی اینٹوں کے لئے جتنے الفاظ مستعمل ہیں وہ سب ثقیل اور ناپسندیدہ سمجھے جاتے ہیں مثلاً اجرّ، قرمد اور طوب۔ اب قرآن کریم میں یہ بیان کرنا مقصود تھا کہ فرعون نے اپنے وزیر ہامان کو حکم دیا کہ ایک اونچا محل تعمیر کرنے کے لئے اینٹیں پکاؤ، اس واقعہ کو ذکر کرنے کیلئے اینٹ کا لفظ استعمال کرنا ناگزیر تھا، لیکن قرآن کریم نے اس مفہوم کو ایسے معجزانہ انداز سے ذکر فرمایا ہے کہ مفہوم بھی نہایت حسن کے ساتھ ادا ہو گیا اور ثقیل الفاظ کے استعمال کی قباحت بھی پیدا نہیں ہوئی، چنانچہ ارشاد فرمایا۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا ۔(یتیمۃ البیان لمشکلات القرآن بحوالہ علوم القرآن ص256)

"اور فرعون نے کہا! اے سرداران قوم! مجھے اپنے سوا تمہارا کوئی معبود معلوم نہیں، پس اے ہامان! گیلی مٹی پر آگ روشن کر کے میرے لئے محل تعمیر کرو۔"

ترکیب کا اعجاز:

الفاظ کے بعد جملوں کی ترکیب، ساخت اور نشست کا نمبر آتا ہے۔ اس معاملے میں بھی قرآن کریم کا اعجاز اوج کمال پر ہے، قرآن کریم کے دروبست میں وہ شوکت، سلاست اور شیرنی ہے کہ اس کی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی، جیسے قاتل سے قصاص لینا اہل عرب میں بڑی قابل تعریف بات تھی اور اس کے فوائد ظاہر کرنے کے لئے عربی میں مقولے مشہور تھے۔ مثلاً **القتل احیاء للجمیع** (قتل اجتماعی زندگی ہے) اور **اکثروا القتل لیقل القتل** (قتل زیادہ کرو تا کہ قتل کم ہو جائے) ان جملوں کو اتنی مقبولیت حاصل تھی کہ یہ زبان زد عام تھے، اور فصیح سمجھے جاتے تھے، قرآن نے بھی اسی مفہوم کو ادا فرمایا لیکن کس شان سے؟ ارشاد ہے۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ "اور تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے۔"

اس جملے کے اختصار، جامعیت، سلاست، شوکت، اور معنویت کو جس پہلو سے دیکھئے بلاغت کا معجزہ شاہکار معلوم ہوتا ہے۔ اور پہلے کے تمام جملے اس کے آگے سجدہ ریز دکھائی دیتے ہیں۔

اسلوب کا اعجاز:

قرآن کریم کے اعجاز کا سب سے زیادہ روشن مظاہرہ اس کے اسلوب میں ہوتا ہے، اور یہ وہ چیز

ہے جس کا مشاہدہ ہر کس و ناکس کر سکتا ہے، اس کے اسلوب کی اہم معجزانہ خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

(1) علماء بلاغت نے اسلوب کی تین قسمیں قرار دی ہیں، خطابی، ادبی، علمی۔ ان تینوں قسموں کے دائرے الگ الگ ہیں، ہر ایک کی خصوصیات جدا جدا اور مواقع مختلف ہیں اور ایک ہی عبارت میں ان تینوں اسالیب کو جمع کر دینا ممکن ہے۔ آپ جب تقریر کرتے ہیں تو آپ کا انداز اور ہوتا ہے، اور جب کوئی ادبی نثر لکھتے ہیں تو اس کا اسلوب بالکل جدا ہوتا ہے، اور جب کوئی علمی مقالہ لکھتے ہیں تو اس کا اسلوب کچھ اور اختیار کرتے ہیں، لیکن قرآن کریم کا اعجاز یہ ہے کہ وہ ان تینوں اسالیب کو ساتھ لے کر چلتا ہے، اس میں خطابت کا زور، ادب کی شگفتگی اور علمی متانت ساتھ ساتھ چلتی ہے، اور کسی چیز میں کوئی کمی نہیں آنے پاتی ہے۔

(2) اگر ایک ہی بات کو بار بار دہرایا جائے تو کہنے والا ادب وانشاء میں خواہ کتنا ہی بلند پایہ مقام رکھتا ہو ایک مرحلے پر پہونچکر سننے والے اکتا جاتے ہیں زور ٹوٹ جاتا ہے اور اس کی تاثیر کم ہو جاتی ہے، لیکن قرآن کریم کا معاملہ یہ ہے کہ اس میں ایک ہی بات بعض اوقات بیسیوں مرتبہ کہی گئی ہے، ایک ہی واقعہ بار بار مذکور ہے، لیکن ہر مرتبہ نئے کیف، نئی لذت اور نئی تاثیر محسوس ہوتی ہے۔

(3) کلام کی شوکت اور اس کی نزاکت وشیرینی دو متضاد صفتیں ہیں، دونوں کے لئے الگ اسلوب اختیار کرنا پڑتا ہے، ان دونوں صفتوں کو ایک عبارت میں جمع کر دینا انسانی قدرت سے باہر ہے لیکن یہ صرف قرآنی اسلوب کا اعجاز ہے۔ اس میں یہ دونوں اوصاف بدرجہ کمال یکجا پائے جاتے ہیں۔

(4) قرآن کریم نے بعض ان مضامین میں بلاغت کو اوج کمال تک پہونچا کر دکھایا ہے جن میں کوئی بشری ذہن ہزار کوشش کے بعد کوئی ادبی چاشنی پیدا نہیں کر سکتا۔ مثلاً قانون وراثت کو لیجئے یہ ایک ایسا خشک اور سنگلاخ موضوع ہے کہ اس میں دنیا کے تمام ادیب وشاعر مل کر بھی ادبیت اور

عبارت کا حسن پیدا نہیں کر سکتے، لیکن آپ سورہ نساء میں:

یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِیٓ اَوۡلَادِکُم الخ والے رکوع کی تلاوت کیجئے آپ بے ساختہ پکار اٹھیں گے کہ یہ کوئی غیر معمولی کلام ہے۔ اس پورے رکوع میں قانون وراثت بیان کیا گیا ہے، لیکن اس حسن وجمال کے ساتھ کہ ایک ایک جملے پر ذوق سلیم وجد کرتا ہے۔

(5) اختصار اور ایجاز قرآن کریم کے اسلوب کا امتیازی وصف ہے۔ اور اس وصف میں اس کا اعجاز نہایت نمایاں ہے۔ اس نے چند مختصر جملوں میں سیاست اور جہاں بانی کے وہ اصول بیان فرما دیئے ہیں، جو رہتی دنیا تک انسانیت کی رہنمائی کریں گے، وہ فلسفہ اور سائنس کی کتاب نہیں، لیکن اس نے فلسفہ اور سائنس کے بہت سے عقدے کھول دیئے ہیں۔ وہ معاشیات اور عمرانیات کی کتاب نہیں، لیکن دونوں موضوعات پر اس نے اختصار کے ساتھ ایسی جامع ہدایات دیدی ہیں کہ دنیا کے علوم وفنون سیکڑوں ٹھوکریں کھانے کے بعد آج ان کے قریب پہنچ رہے ہیں۔

آخری بات:

قرآن کریم کے اعجاز کے اسباب و وجوہ بے شمار ہیں، علماء امت نے ان کو تفصیل سے بیان کیا ہے، کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ نہ یہ سمندر کبھی ختم ہوگا اور نہ یہ تشنگی کبھی دور ہوگی۔ نہ قرآنی عجائبات وانکشافات کا سلسلہ تمام ہوگا اور نہ تحیر واستعجاب کو راحت ملے گی نئی نئی باتیں اور نکتے سامنے آتے رہیں گے اور قرآن مجید کی حقانیت واضح سے واضح ہوتی چلی جائے گی۔ حتی کہ وہ وقت آجائے گا جب انسانیت کا کوئی فرد قرآن کا انکار نہ کر سکے گا۔

حوالہ جات

(1) مطالعہ قرآن (مولانا حنیف ندوی) ص105۔ (مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور)
(2) مطالعہ قرآن (مولانا حنیف ندوی) ص107۔ (مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور)
(3) قرآن کریم کا اعجاز بیان (ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمان بنت الشاطی)۔ (مطبوعہ گلوب آفسٹ پریس دہلی)
(4) قرآن کریم کا اعجاز بیان (ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمان بنت الشاطی) ص170۔ (مطبوعہ گلوب آفسٹ پریس دہلی)
(5) التصویر الفنی للقرآن (سید قطب) ص110
(6) سورہ طٰہٰ: آیت 50
(7) سورہ انبیاء:73
(8) سورہ محمد:17
(9) سورہ بنی اسرائیل:83
(10) سورہ المائدۃ:83
(11) بیان اعجاز القرآن: ص24
(12) مطالعہ قرآن (مولانا محمد حنیف) ص130۔ (مطبوعہ: ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور)
(13) مطالعہ قرآن (مولانا محمد حنیف) ص130۔ (مطبوعہ: ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور)
(14) سورہ یونس:37-38
(15) سورہ ہود: آیۃ 13
(16) بقرہ:23
(17) بنی اسرائیل:88
(18) قرآن کریم کا اعجاز: ص:166

مراجع

(1) قرآن کریم
(2) صحاح ستہ
(3) روح المعانی
(4) صفوۃ التفاسیر
(5) الکشاف
(6) بیان القرآن
(7) معارف القرآن
(8) تفسیر مظہری
(9) تدبر قرآن
(10) تفہیم القرآن
(11) ترجمان القرآن
(12) تفسیر ماجدی
(13) علوم القرآن
(14) ماہنامہ دعوۃ القرآن (خصوصی شمارہ)
(15) مطالعہ قرآن
(16) قرآن عظیم نمبر (راشٹریہ سہارا)

ملت اسلامیہ کے دردمندوں اور بہی خواہوں کے نام دردمندانہ گذارش

الحمد للہ حمداً کثیراً اما بعد!

آج اسلام مخالف قوتوں کے سامنے علماء اور مدارس ایک چیلنج بن کر کھڑے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ جب تک یہ بوریہ نشیں علماء اور بے سروساماں مدارس زندہ رہیں گے اسلام سربلند رہے گا اور دینی سرگرمیاں پوری قوت سے جاری رہیں گی۔ ہندوستان میں علوم اسلامیہ کی ترویج و اشاعت دین کی خدمت میں مدارس کا ایک جال پھیلا ہوا ہے، ہند و نیپال کی سرحد پر رشد و ہدایت اور تعلیم و تبلیغ کی عظیم درسگاہ **جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ** اسی سلسلے کی ایک کڑی کے طور پر شمالی بہار میں سرگرم عمل ہے۔

ملت اسلامیہ کے ہمدردوں اور بہی خواہوں کے لیے ایک بڑی خوشی کا موقع ہے کہ تحفظ ختم نبوت کی ذمہ داری جو پوری ملت اسلامیہ پر عائد ہے، اسی تناظر میں کوسی کمنشنری، پورنیہ کمنشنری اور بھاگلپور کمشنری میں دعوت و تبلیغ، کتابوں، پمفلٹوں اور حضرات اکابر علماء کرام کی تقاریر و دینی مجالس، علماء کی تربیتی کیمپ اور کانفرنسوں کے ذریعہ تحفظ ختم نبوت کا یہ کام **کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند** کے زیر نگرانی **جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ** نے پوری تندہی کے ساتھ انجام دیا، جس سے ان تینوں کمشنریز کے مسلمان الحمد للہ دینی ڈگر پر ہی نہیں، بلکہ بڑی تعداد میں وہ لوگ جو اپنی ناخواندگی اور معیشت کی تنگی بناء پر قادیانی ہو گئے تھے دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر لوٹ آئے۔ **فجزاء ھم اللہ خیر الجزاء.**

درآں حالیکہ کوسی ندی کے قہر (سیلاب) نے اس علاقے کے لوگوں کی معیشت کو تباہ و برباد کر دیا ہے، خبر رساں ایجنسی یو این آئی کے مطابق ۳ کروڑ سے زائد افراد متاثر ہوئے، جبکہ ۴۰ لاکھ لوگ بے گھر ہوئے اور تقریباً ۹ ہزار گاؤں متاثر ہوئے جب کہ ۱۵۹۶ گاؤں بہہ گئے۔ اس ہولناکی کو دیکھ کر امت کے دردمندوں نے ان کا تعاون بھی کیا، اس کے باوجود آج بھی بڑی تعداد میں یہاں

کے لوگ معاونت کے محتاج ہیں۔ اللہ انھیں اس کا بہترین بدلہ دے۔ آمین

قابل ذکر ہے کہ جامعہ کی خدمات کا دائرہ روز بروز بڑھتا جا رہا ہے، جس کی وجہ سے صرفہ میں بھی غیر معمولی اضافہ ہو رہا ہے۔ 2008-2009 میں جامعہ کے اخراجات چورانوے لاکھ باسٹھ ہزار تین سو ایک (Rs. 94,62,301.00) روپے سالانہ سے زیادہ ہے۔ جامعہ کے احاطے میں ایک عظیم الشان ''**جامع امام قاسم**'' (مسجد) زیر تعمیر ہے جو سولہ ہزار اسکوائر فٹ ہے۔ چھت کی ڈھلائی کا کام باقی ہے۔ اس کے علاوہ ''**رواق الیاس**'' کی دوسری و تیسری منزل کی تعمیر کا کام بھی باقی ہے، جبکہ جامعہ میں طلبا کی بڑھتی ہوئی تعداد اساتذہ اور مہمانان رسول کی رہائش کچے کمروں اور ٹین کے شیڈوں میں ہے، جو موسم کے اعتبار سے تکلیف کا باعث ہے اسی کے پیش نظر ''**مرکز الامام ابی الحسن علی الندوی**'' کے نام سے ایک عمارت کا سنگ بنیاد حضرت اقدس مولانا سعید الرحمٰن الاعظمی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے علاوہ ڈیڑھ درجن علماء کرام کے ہاتھوں رکھا جا چکا ہے تاکہ اساتذہ اور طلبا کو رہائش اور درسگاہوں میں سہولت ہو، جس میں کثیر رقوم کا صرفہ آئے گا، جو ان شاء اللہ حضرات معاونین کے تعاون سے جلد ہی پورا ہونے کی توقع ہے۔ نیز زمانے کے حالات کو دیکھتے ہوئے ارباب جامعہ نے ایک ہائی اسکول (Kosi Human High School) اور ''**زکریا ہاسپیٹل**'' کے قیام کا بھی فیصلہ کیا ہے، جو اہل ثروت کے لیے سنہری موقع ہے، لہٰذا جامعہ کے اخراجات اور بجٹ کی تکمیل اور تعلیمی و تعمیری منصوبوں کو پورا کرنے کے لیے آپ سے خصوصی تعاون کی درخواست ہے اور گزارش ہے کہ اس دینی مشن کو تقویت و استحکام بخشنے کے لیے ہر ممکنہ تعاون فرمائیں۔ اللہ ہمارا اور آپ کا حامی و ناصر ہے۔ الحمد للہ جامعہ کو حضرت اقدس مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری نواسہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلوی مہاجر مدنیؒ امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی سرپرستی حاصل ہے۔

مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی

بانی و مہتمم جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ

جامعة القاسم دارالعلوم الاسلامیه

میں

تشریف لانے والے حضرات اکابر علماء، ائمہ، دانشوران ملت اور سیاست کے ماہرین

- حضرت مولانا محمد سالم قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند (وقف)
- حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
- حضرت مولانا سید نظام الدین امیر شریعت، جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ
- حضرت مولانا محمد قمر الزماں الہٰ آبادی سرپرست بیت المعارف الہٰ آباد
- حضرت مولانا غلام محمد وستانوی مہتمم جامعہ اشاعت العلوم، اکل کوا، مہاراشٹر
- حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ
- حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان منصور پوری ناظم اعلیٰ کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند
- حضرت مولانا عبدالرحیم بستوی استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند
- حضرت مولانا شاہ عالم گورکھپوری نائب ناظم کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند
- حضرت مولانا اشتیاق احمد صاحب مبلغ کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند
- حضرت مولانا یعقوب اسماعیل منشی قاسمی صدر مجلس تحقیقات شرعیہ ڈیوزبری، انگلینڈ
- حضرت مولانا عبدالغنی صاحب، مانچسٹر انگلینڈ
- حضرت مولانا عیسیٰ منصوری چیئرمین ورلڈ اسلامک فورم، لندن، انگلینڈ
- حضرت مولانا مفتی احمد دیولا مہتمم جامعہ علوم القرآن جمبوسر بھروچ، گجرات
- حضرت مفتی عباس داؤد بسم اللہ، نائب مفتی جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل، گجرات
- حضرت قاری سماعیل بسم اللہ، بانی و مہتمم جامعۃ القرات کفلیۃ گجرات
- حضرت مولانا ابراہیم صاحب مظاہری، بانی و مہتمم جامعہ قاسمیہ کھروڈ بھروچ، گجرات

- حضرت مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی چترویدی شیخ الحدیث جامعہ امدادالاسلام میرٹھ
- حضرت مولانا سفیان قاسمی نبیرہ حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ، سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند
- حضرت مولانا محمد اسلام قاسمی محدث دارالعلوم دیوبند (وقف)
- حضرت مولانا فریدالدین قاسمی، استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند (وقف)
- حضرت مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
- حضرت مولانا مفتی ثمین اشرف قاسمی امام وخطیب جامع الحبتور، دبئی
- حضرت مولانا قاری رکن الدین صاحب، استاذ تحفیظ القرآن جامع غریر، دبئی
- حضرت مولانا راشد قاسمی ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت جامعہ مظاہر علوم سہارنپور
- حضرت مولانا صغیر احمد رحمانی، رکن مسلم پرسنل لا بورڈ
- حضرت مولانا ثناء الہدیٰ قاسمی، نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ بہار
- حضرت مولانا سہیل احمد ندوی، معاون ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ بہار
- حضرت مولانا نورالحق رحمانی، استاذ المعہد العالی امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ بہار
- حضرت مولانا نسیم احمد، شیخ الحدیث جامعہ نورالاسلام میرٹھ
- حضرت مولانا عصمت اللہ رحمانی، امام خطیب مسجد خیر ولین کولکاتہ
- حضرت مولانا ایوب صاحب فلاحی، استاذ جامعہ قاسمیہ کھڑوڈ بھروچ، گجرات
- حضرت قاری محمد الیاس کھنڈ، اٹالوا، بھروچ گجرات
- حضرت مولانا دبیر عالم قاسمی، استاذ جامعۃ القرأت کفلیتہ، گجرات
- حضرت مولانا مفتی عقیل صاحب قاسمی، استاذ حدیث جامعہ حسینیہ راندیر، سورت، گجرات
- حضرت مولانا عارف صاحب قاسمی، استاذ حدیث جامعہ حمیدیہ پانولی بھروچ گجرات
- حضرت مولانا مفتی امتیاز احمد میمن مہتمم دارالقرآن احمد آباد، گجرات

- جناب الطاف بھائی مسجد فلاح پرسٹن، انگلینڈ
- جناب حنیف بھائی مسجد فلاح پرسٹن، انگلینڈ
- جناب پروفیسر عبدالمتین صاحب، نگراں مولانا رحمانی ٹیکنکل سینٹر پٹنہ
- جناب پروفیسر احمد سجاد رانچی یونیورسٹی جھارکھنڈ
- حضرت مولانا قاری عبداللہ بخاری، امام وخطیب جامع مسجد مونگیر (بہار)
- حضرت مولانا قاضی محمد قاسم مظفرپوری قاضی امارت شرعیہ سپول دربھنگہ، بہار
- حضرت قاری محمد آصف خان امام سفری مسجد مسقط سلطنت آف عمان
- حضرت الحاج پرویز صاحب اعظمی جنرل سکریٹری آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن
- حضرت مولانا مفتی علیم الدین قاسمی مہتمم دارالعلوم دینیہ مرادآباد، یوپی
- حضرت مولانا مفتی ارشد فاروقی استاذ حدیث جامعۃ الامام انور دیوبند
- حضرت مولانا عبدالستار احراض استاذ حدیث جامعہ نورالاسلام میرٹھ (یوپی)
- حضرت مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی شیخ الحدیث جامعہ امدادالاسلام صدر بازار میرٹھ
- حضرت مولانا نورالہدیٰ قاسمی مہتمم جامعہ ابوبکر صدیق ترکلوا، تیواری، مہراج گنج (یوپی)
- حضرت قاری علی احسن معتمد مدرسہ قاسم العلوم کانچ کاپل، احمد نگر میرٹھ (یوپی)
- حضرت مولانا عبداللہ قمرالزمان الہ آبادی بیت المعارف روشن باغ الہ آباد (یوپی)
- حضرت مولانا محبوب احمد قمرالزمان الہ آبادی بیت المعارف روشن باغ الہ آباد (یوپی)
- حضرت مولانا مقبول احمد قمرالزمان الہ آبادی بیت المعارف روشن باغ الہ آباد (یوپی)
- حضرت مولانا اقبال احمد مدنی مہتمم معہد الفردوس الرحمانی لکھنؤ (یوپی)

ان کے علاوہ بہت سے ملک کے ممتاز علماء اور سیاستداں جامعہ کا مشاہدہ کر کے اپنے تاثرات تحریر کر چکے ہیں۔

جامعہ کا تعاون کیسے کریں؟

آپ اپنی سہولت کے مطابق جامعہ کا تعاون مندرجہ ذیل طریقوں سے کر کے اجر عظیم کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

ایک دن کے کھانے پر خرچ تقریباً (سات سو طلبا)	14,000
ایک ماہ کے کھانے پر خرچ (سات سو طلبا)	4,20,000
ایک سال کے کھانے پر خرچ (سات سو طلبا)	39,20,000
ایک حافظ بنانے پر خرچ مع پوشاک، لحاف و بستر (4 سال)	28,400
ایک عالم بنانے پر خرچ مع پوشاک، لحاف، بستر و کتاب (8 سال)	56,800
ایک بچی کے نکاح پر خرچ	25,000
ایک بیوہ کی کفالت کا خرچ (1 سال)	14,000
ایک ہینڈ پمپ مع سمرسیول کا خرچ	21,000
ایک صحت مند بڑے جانور کی قربانی کا خرچ	7,000
ایک مفلوک الحال انسان کا گھر تعمیر کرانے کا خرچ	56,000
ایک بیت الخلاء کی تعمیر کا خرچ	21,000
رواق الیاس کے ایک کمرہ کی تعمیر کا خرچ	75,000
جامع امام قاسم (مسجد) کے ایک مصلیٰ (سنگ مرمر) کا خرچ	17,500
ایک درجہ کے طلبہ کی درسی کتابوں پر خرچ	70,000
درجہ حفظ کی ایک درسگاہ کی تعمیر پر خرچ	84,000
ایک طالب علم کے لباس مع لحاف و بستر کا خرچ	5,000
ایک مدرس کی ایک ماہ کی تنخواہ	4,000
ایک مدرس کی ایک سال کی تنخواہ	48,000
مکتب کے ایک مدرس کی ایک ماہ کی تنخواہ	3,000
مکتب کے ایک مدرس کی سالانہ تنخواہ	36,000

ڈرافٹ یا چیک پر صرف یہ لکھیں:(For Cheque & Draft)

Jamiatul Qasim Darul Uloom -il- Islamia

A/c: **01090007045** State Bank of India Pratap Ganj, Branch Cod:4717